جلد ۱۰ | یوم جمعرات ۲۴ ظہور ۱۳۴۰ہش / ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ / ۲۴ اگست ۱۹۶۱ء | نمبر ۲۶

اخبار احمدیہ

نخلہ ۲۵ راگست ربوقت ۱۱ بجے دن) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی اطلاع مظہر ہے کہ

کل حضور کی طبیعت اچھی رہی رات نیند آ گئی اس وقت بھی طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ وعاجلہ اور کام والی لمبی زندگی کے لئے خاص توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۲۴ راگست مورخہ ۱۷ راگست کو محترم جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم وتربیت مع اہل و عیال پاسپورٹ پر پاکستان تشریف لے گئے۔ ۲۰ راگست کو گیارہ بجے کی گاڑی حضرت امیر صاحب مولانا عبد الرحمان صاحب فاضل ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان بکار سلسلہ شاہجہانپور تشریف لے گئے اور ۲۱ راگست کو اسی گاڑی سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل وعیال چند روز کے لئے پاسپورٹ پر پاکستان تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو اور جلد بزرگان کو بخیریت واپس دار الامان لائے۔ آمین۔

ماریشس میں ایک اور نہایت خوبصورت احمدیہ مسجد کی تعمیر

انڈین کمشنر جناب مصطفیٰ کمال قدوائی نے ایک ہزار سے زائد مہمانوں کے اجتماع میں رسم افتتاح ادا کی

مقامی احمدیہ جماعت کی طرف سے آپ کی خدمت میں قرآن کریم مع ترجمہ انگریزی کا تحفہ بھی پیش کیا گیا!

از جناب سیکرٹری صاحب احمدیہ ایسوسی ایشن آف ماریشس

۱۰ راگست ۱۹۶۱ء کا دن جماعت احمدیہ ماریشس کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا جبکہ اس چھوٹی سی جماعت کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجہ میں سیمنٹ سے پختہ تیار شدہ مسجد مبارک مونتا نیں بلانش کا رسمی افتتاح عمل میں آیا۔ مسجد کا تالا عالیجاہ مصطفیٰ کمال قدوائی انڈین کمشنر نے شام کو مہمانوں کی گہما گہمی اور فوٹو گرافروں کے درمیان کھولا۔ ہجوم میں احمدی اور سنی مسلمان۔ ہندو۔ عیسائی چینی۔ یورپین اور کریول سبھی شامل تھے۔ اور غالباً اسی اتحاد نسلی ومذہبی رواداری کو دیکھ کر جناب قدوائی صاحب نے فرمایا کہ "آج کا دن میری زندگی میں یادگاری بن گیا ہے۔" جب مسجد کو کھولا تو اندر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا بورڈ دیکھا اور ایک پردہ آویزاں پایا۔ سوال کرنے پر بتایا گیا کہ یہ پارٹیشن اس لئے کی گئی ہے تا عورتیں بھی مسجد میں باپردہ عبادتِ الٰہی بجا لا سکیں۔ اس اہم موقعہ پر جماعت احمدیہ کی طرف سے مسٹر مصطفیٰ کمال قدوائی صاحب اور بیگم قدوائی جو حال ہی میں ماریشس پہنچے ہیں کو خوش آمدید بھی کہا گیا تھا۔

جلسہ کی کارروائی عین وقت پر ساڑھے تین بجے شروع کی گئی مشنری انچارج مولانا محمد اسمٰعیل منیر مولوی فاضل بی۔اے نے پریذیڈنٹ احمدیہ ایسوسی ایشن آف ماریشس مسٹر عبد الستار صاحب سوکیہ کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ جماعت کی طرف سے محترم قدوائی صاحب کو پھولوں کا ہار پہنائیں۔ اور جلسہ کی کارروائی شروع کریں۔ تلاوت قرآن کریم برادرم حسن رمضان صاحب نے نہایت عمدگی سے کی اور نظم میری دعا سن لے اے میرے رب اکبر عزیزم مظفر رمضان صاحب نے سنائی۔ پھر مشنری انچارج صاحب نے محترمی قدوائی صاحب کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔ جس کا متن حسب ذیل ہے:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالیجاہ مصطفیٰ کمال قدوائی کمشنر برائے بھارت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جماعت احمدیہ ماریشس کی یہ خوش قسمتی ہے کہ آج اسے آپ جیسے عظیم المرتبت مہمان کو خوش آمدید کہنے کا موقعہ مل رہا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اسلامی ملکوں میں بھارت کے سفیر کی حیثیت سے ایک لمبے عرصہ تک رہنے کا موقعہ دیا ہے۔ اور پھر ایک ایسے خاندان کا ستارہ ہے جس کو بھارت اور اہل بھارت کی شاندار خدمات کا ملا رہا ہے۔ خصوصاً آپ کے مرحوم بھائی رفیع احمد قدوائی کی خدمات سے کون ناواقف ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کی بیگم محترمہ کے قیام ماریشس کو بھی بابرکت بنا دے۔ آمین ثم آمین۔

۲۔ یہ بھی ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہمیں بھارت کے نمائندہ کو خوش آمدید کہنے کا موقعہ مل رہا ہے۔ جس نے اس اٹامک دور کے زمانہ میں بھی امن کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش جاری رکھی ہے۔ اور روس اور امریکہ کے خطرناک بموں کے مقابلہ میں اپنے پنچ شیلا کے اصولوں کی برتری منوانے کی سعی کر رہا ہے۔

۳۔ ہر احمدی مسلمان کا آپ کے ملک بھارت سے روحانی رشتہ ہے جو جسمانی اور سیاسی رشتوں سے مضبوط تر ہوتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ ہماری جماعت کے بانی حضرت احمد علیہ السلام بھارت کی ایک بستی "قادیان" میں پیدا ہوئے۔ وہاں ہی آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس آخری زمانہ کا موعود ریفارمر ہونے کا دعوےٰ کیا۔ اور وہیں آپ کا مدفن ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا کے سارے احمدی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بعد قادیان کی عزت کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ناشکر گذاری ہو گی اگر ہم آپ کی حکومت اور وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی دریا دلی کا ذکر نہ کریں جو انہوں نے قادیان کے ۳۱۲ درویشوں کے ساتھ دکھائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ مٹھی بھر درویش آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہل بھارت کی مذہبی اور علمی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

۴۔ عالیجاہ۔ قادیان میں ۱۸۸۹ء میں حضرت احمد علیہ السلام نے جماعت احمدیہ کی بنا ڈالی تھی۔ اس گمنامی کے دور میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا تھا

"میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"

اور آج یہ وعدہ ناقابل تردید حقیقت بن چکا ہے جبکہ جماعت احمدیہ نے اپنے موجودہ امام حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی زیر نگرانی کیا یورپ اور کیا امریکہ اور کیا افریقہ اور کیا ایشیاء دنیا کے سبھی ملکوں میں اسلامی مشن قائم کر دیئے ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کر دیئے ہیں۔ دنیا کی چالیس پچاس زبانوں میں اسلامی لٹریچر اور اخبار نکلتے ہیں۔ دنیا کے اہم سنٹرز میں جہاں اسلام کو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ اب شاندار مساجد تیار ہو گئی ہیں۔ جن سے دن میں پانچ بار اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی ہے۔ اور وہ وقت یقیناً آنے والا ہے جب دنیا میں مذہب کے ذریعہ سے امن قائم کرنے میں احمدیہ جماعت کامیاب ہو گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

۵۔ جماعت احمدیہ کی دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کا راز یہ ہے کہ احمدی مسلمان جس حکومت کے ماتحت رہتے ہیں اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے مذہب اسلام کی خوبیوں کو تلوار کی بجائے قلم سے پھیلاتے ہیں۔

نیز مذہبی رواداری جماعت احمدیہ کا ایک خاص امتیازی نشان ہے۔ اور ہم نہ صرف دنیا کے سارے نبیوں مثلاً حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت کرشنؑ۔ حضرت رامچندرؑ۔ حضرت زرتشت اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں بلکہ ان کے ماننے والوں کی بھی عزت کرتے ہیں۔

۶۔ مذہبی رواداری اور انسانی اخوت کو قائم کرنے کے لئے ہم دنیا کے کونے کونے میں مسجدیں بنا رہے ہیں۔ اور انہی میں سے ایک مسجد مبارک مونتانیں بلانش ہے (باقی صفحہ ۱۰ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان —— مورخہ ۳۱؍اگست ۱۹۶۱ء

قادیان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ

سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر ایمان افروز تقاریر

مرسلہ مکرم بھائی الہ دین صاحب سیکرٹری تبلیغ قادیان

قادیان ۲۷؍اگست۔ آج صبح مسجد اقصیٰ میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ زیر صدارت جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے لوکل انجمن احمدیہ کے زیر انتظام منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ جو مکرم حافظ الہ دین صاحب نے فرمائی۔ اس کے بعد مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا خوش الحانی سے سنائی۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات زندگی

پہلے نمبر پر مندرجہ عنوان پر مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب فاضل نے سورۃ الضحیٰ کی تلاوت کے بعد تقریر فرمائی اور بتایا کہ یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی پر مختصر مگر جامع طور پر روشنی ڈالتی ہے اور اس امر کو بیان کرتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ہر نئی آنے والی گھڑی پہلی کی نسبت تابناک اور روشن ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آغاز یتیمی کی حالت میں ہوا مگر وحی الٰہی الم یجدک یتیما فاوی کے ماتحت اللہ تعالےٰ نے دستگیری فرمائی۔ چنانچہ پہلے آپ اپنے دادا عبد المطلب پھر حلیمہ اور بعد ازاں حضرت ابو طالب کی زیر کفالت پروان چڑھے۔ عالم شباب میں جب اللہ تعالےٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی محبت میں کھویا ہوا پایا تو خود رہنمائی فرمائی اور پھر اللہ تعالےٰ سے تعلق کے ساتھ جب آپ شفقت علیٰ خلق اللہ میں محو ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جیسی مالدار عورت کو حضور کے عقد میں لا کر غنی کر دیا۔ مگر آپؐ نے الفقر فخری کے تحت اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ اور سب مال بیکسوں اور غرباء کی خبرگیری میں تقسیم کر دیا۔ جب اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا اور حضور نے ارشاد الٰہی کے ماتحت لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور واللیل اذا سجیٰ کے ماتحت جب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ دشمنوں نے پھر بھی پیچھا نہ چھوڑا اگرچہ بدر۔ احد اور غزوہ خندق وغیرہ میں ہر مرتبہ شکست کھائی آخر صلح حدیبیہ اور بعد ازاں فتح مکہ کے موقعہ پر ورات ختم ہو کر والضحیٰ کے ماتحت اسلام نے شمس الضحیٰ کی طرح روشنی کی شعاعیں بکھیرنی شروع کر دیں۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تمام عرب توحید کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول

دوسری تقریر بشیر احمد صاحب طاہر متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان نے مندرجہ بالا عنوان کی کی۔ جس میں آپ نے بتایا کہ اسلام کی عظیم الشان ترقی غیر معمولی مخالفانہ حالات میں ہوئی۔ اور جہاں مخالفین اسلام نے بعض جھوٹے الزامات اور بہتانات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک اور مطہر زندگی پر لگائے ہیں وہاں انہی میں سے سنجیدہ لوگوں نے ہی ان جملہ اعتراضات کی مدلل طور پر تردید کر کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کے گن گائے ہیں۔ چنانچہ اسی ضمن میں مقرر نے پنڈت پرشوتم داس جی۔ جناب برج نارائن صاحب بی۔اے اور سوامی ناتھ صاحب بی۔اے ایل ایل بی وغیرہم کی تحریرات کے اقتباسات اور اشعار پیش کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اتحاد عالم

تیسرے نمبر پر مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اتحاد عالم سے موضوع پر تقریر کی۔ تقریر کے آغاز میں آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل کے انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان کی تعلیم اور بعثت محض القوم اور مختص الوقت تھی۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا کے ماتحت چونکہ تمام دنیا کے لئے تھا اس لئے حضور کی تعلیم نے ہی اتحاد کی بنیاد

رکھی اور پائیدار بنیاد ڈالی ہے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے بیان کیا کہ اگرچہ بعض لوگ حقیقی مذہب کی تاثیرات عظیمہ سے عدم واقفیت کے باعث بزعم خود مذہب کو اتحاد کے منافی خیال کرتے ہیں مگر قرآنی تعلیم لا اکراہ فی الدین اور فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کے ماتحت مذہبی اختلاف کو سرے سے اٹھا دینے سے ممانعت ہو گئی ہے۔ حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی روشنی میں زبانوں اور رنگوں کا اختلاف کوئی وجہ تفاخر نہیں۔ اس سلسلہ میں حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری شکلوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نگاہ تمہارے دلوں اور اعمال پر ہے۔ فخر کی چیز تقویٰ ہے۔ جو شخص تقویٰ اللہ میں سب سے بڑھ کر ہے۔ وہی سب سے معزز ہو گا۔ تقریر کے آخر میں مقرر نے موجودہ زمانہ کی امارت اور غربت کے فرق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے ذریعہ زکوٰۃ کا نظام جاری فرما کر اس فرق کو مٹا دیا ہے۔ اور اسلامی تعلیم ہی کی روشنی میں موجودہ زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظام وصیت کی تفصیل پیش فرما کر اتحادِ عالم کی طرف مزید رہنمائی فرمائی۔

اس کے بعد چند اطفال نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظم

"وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا"

مل کر پڑھی بعدہٗ مکرم مولوی محمد یوسف صاحب فاضل نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عورتوں پر احسانات

کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ جس میں آپ نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں کس مپرسی کی حالت میں تھیں۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا کی قرآنی تعلیم کے ماتحت عورت کو مرد کے برابر قرار دیا۔ اور لڑکیوں کے زندہ درگور کئے جانے کی رسوم کا قلع قمع فرماتے ہوئے ان کی حیثیت کو بلند کیا۔ اور فرمایا کہ اعمال کے نتائج کے لحاظ سے مرد اور عورت دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سکھ لٹریچر میں

بعد ازاں مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب نے مندرجہ بالا عنوان پر پنجابی زبان میں تقریر کی۔ جس میں آپ نے بتایا کہ ہندوستان میں اسلام ان مسلمان بزرگوں کے اعلیٰ اخلاق اور عملی نمونہ کی وجہ سے پھیلا ہے جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر اپنے اندر نیک تبدیلی پیدا کی تھی۔ اور جن کو دیکھ کر سکھوں کے بزرگوں اور گورو صاحبان نے ان کی تعریف کی۔ گیانی صاحب نے اسی ضمن میں گورو گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی بھائی بالا کے شلوک اور اقتباسات سنائے جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بلندیٔ شان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی برکات کو بیان کیا۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے چولہ حضرت بابا نانک صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح سکھ گورو صاحبان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کیا کرتے تھے۔ آخر میں آپ نے گورو ارجن دیو جی کے شبد مسلمان کہاون مشکل الخ کی تشریح کرتے ہوئے بیان کیا کہ مسلمان وہی ہے جو خدا تعالےٰ کی رضا کو ہر طرح مقدم رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک اپنے دشمنوں سے

چھٹے نمبر پر مکرم مولوی کریم الدین صاحب شاہد مولوی فاضل نے مندرجہ بالا عنوان پر تقریر شروع کرتے ہوئے بتایا کہ انبیاء کرام جہاں عشق الٰہی سے معمور ہوتے ہیں وہاں ان میں شفقت علیٰ خلق اللہ کے جذبات بھی اتم طور پر موجود ہوتے ہیں۔ پھر جہاں ان کا سلوک اپنے دوستوں اور متبعین سے نہایت مشفقانہ ہوتا ہے وہاں وہ اپنے دشمنوں سے بھی نہایت محسنانہ طور پر پیش آتے ہیں۔ اسی ضمن میں حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا موازنہ کرتے ہوئے مقرر نے بیان کیا کہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح ... الآیہ کے ماتحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے موقعہ اور محل کے مطابق اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے۔ اس کی تائید میں آپ نے طائف کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح دشمنوں نے حضور پر پتھر برسائے مگر اس کے مقابلہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حضور ان کی ہدایت کی دعا فرمائی۔ اس طرح فتح مکہ کے موقعہ پر اپنے خونی اور جانی دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم فرما کر معاف کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے متبعین کو جنگ کے موقعہ پر بچوں بوڑھوں، عورتوں اور معذوروں وغیرہ خواہ وہ دشمنوں سے تعلق رکھنے والے کیوں نہ ہوں کی حفاظت کا تاکیدی ارشاد فرمایا

(باقی صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائیدات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء سے ارفع و اعلیٰ مقام

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمام اہم واقعات الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت پیش کر رہے ہیں!

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۷ جون سنہ ۱۹۴۷ء بمقام قادیان

فرمایا۔ ہمارے سلسلہ میں

الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ

والی آیت سورۃ زمر میں آتی ہے۔ اور جس کے اولین مخاطب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ایک بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس وقت نازل ہوا جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے والد ماجد کی وفات کی خبر ملی اور آپ کے دل میں خیال گزرا کہ ان کی وفات کے بعد آپ کے گزارہ کی کیا صورت ہوگی۔ آپ فرماتے تھے کہ اس خیال کے آتے ہی یہ الہام ہوا کہ الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔ آپ نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمایا ہے۔ اس الہام کے بعد

اللہ تعالیٰ میرا ایسا متکفل ہوا

کہ کبھی کسی کا باپ بھی ایسا متکفل نہیں ہو سکتا۔ اور اس نے مجھ پر وہ احسانات زمانے جن کا میں شمار تک نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد آپ نے انہی دنوں اس الہام کو ایک نگینہ میں کھدوا کر اس کی انگوٹھی بنوائی جو اب تک ہمارے خاندان میں محفوظ چلی آرہی ہے۔ پس چونکہ یہ آیت ہمارے سلسلہ کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے ہماری جماعت کا قریباً ہر فرد اس سے واقف ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ عبد کے ساتھ ہٗ کی اضافت واضح طور پر بتا رہی ہے۔ کہ اس جگہ ہر وہ شخص مخاطب ہے جو اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد بن جائے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے جس کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ کہ اللہ تعالیٰ علیٰ قدر مراتب اپنے ہر عبد کی خبر گیری کرتا اور اس کی ضروریات کو پورا فرماتا ہے۔ پس

یہ ایک ایسا وعدہ ہے

جو غیر معین ہے اور جس کے معنے یہ ہیں کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کا عبد ہوگا وہی اس آیت کا مخاطب ہوگا۔ چاہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں حضرت موسےٰ علیہ السلام ہوں حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہوں یا ان سے اُتر کر صدیقین شہداء اور صالحین وغیرہ ہوں۔ یعنی جو بھی خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والا اور عبد ہو وہی اس آیت کا مخاطب ہوگا اور اللہ تعالیٰ علیٰ قدر مراتب اپنے سارے عباد سے حسن سلوک فرماتا رہے گا۔ جتنا اعلیٰ عبد ہوگا اتنا ہی اعلےٰ خدا تعالیٰ بھی اس سے حسن سلوک کرے گا۔ اور جتنا ادنیٰ عبد ہوگا اتنا ہی کم اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔

میں نے دیکھا ہے

بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اتنے چھوٹے چھوٹے معاملات میں بھی اپنے بندے کی خبر گیری کرتا ہے کہ دیکھ کر حیرت آتی ہے۔ کہ اتنی خبر گیری تو قریبا سے قریبی رشتہ دار بھی ضرورت پڑنے پر نہیں کیا کرتے۔ ادھر منہ سے ایک چھوٹی سی بات نکلتی ہے اور اُدھر پوری ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ کسی آدمی کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ تو وہ جھٹ آپہونچتا ہے۔ اور بعض دفعہ کسی چیز کے متعلق خیال کیا جاتا ہے۔ تو وہ جھٹ مل جاتی ہے۔ ابھی اترسوں کا ذکر ہے کہ ایسی بات ہوئی جس کو میرے چھوٹے بچے نے بھی محسوس کیا۔ حالانکہ چھوٹے بچوں میں کسی اہم بات کے احساس کا شعور نہیں ہوتا وہ بات یہ تھی کہ میں نے کہا کہ اس دفعہ آم ابھی تک نہیں آئے۔ اس پر ابھی تھوڑی ہی دیر ہی گذری تھی کہ ایک آدمی سندھ سے آپہونچا اور اس کے پاس ہمارے لئے آم تھے۔ میری بیوی نے مجھ سے ذکر کیا کہ بچہ کہہ رہا ہے کہ لو ابھی ابھی ابا جان نے کہا تھا کہ اس دفعہ آم نہیں آئے اور وہ آ بھی گئے ہیں۔ یہ بات اگر ایک دفعہ ہوتی تو اس کو اتفاقی کہہ سکتے تھے۔ لیکن اس قسم کی ہزاروں باتیں اتنے تواتر سے ہوتی ہیں۔ اور ان کو اتفاقی نہیں کہا جا سکتا۔ پس یہ آیت حضرت موسےٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کسی اور نبی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے سارے بندوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے سارے بندوں کے ساتھ ہی علیٰ قدر مراتب حسن سلوک کرتا ہے۔ مگر ہاں یہ اپنی اس شکل میں چونکہ سب سے پہلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اس کا

سب سے اعلیٰ اور ارفع ظہور

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات پر ہی ہوا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیت تو آپ پر بعد میں اتری۔ مگر آپ کی ساری زندگی ہی الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کا نمونہ نظر آتی ہے۔

الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کا صرف ایک ہی پہلو نہیں بلکہ دو پہلو ہیں۔ اور اس کے اندر

دو نہایت عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں

ایک یہ کہ آپ کو بہت زیادہ خطرات پیش آئیں گے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر خطرہ کے وقت آپ کی حفاظت کرے گا۔ کیونکہ حفاظت کی ضرورت تبھی ہوتی ہے جب کوئی خطرہ درپیش ہو۔ اگر کوئی خطرہ نہ ہو تو حفاظت اور مدد کے معنے ہی کچھ نہیں ہوتے۔ پس اللہ تعالیٰ الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ میں فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی خطرات سے پُر ہوگی۔ مگر ہر خطرہ کے موقعہ پر میں اس کی حفاظت کروں گا۔ اور یہ دونوں چیزیں متوازی ہوں گی۔ ایک شخص جس کے پاس بچپن میں ہی بے شمار مال و دولت آجائے طاقت آجائے۔ ان کے نوکر چاکر موجود ہوں۔ اس کو پڑھانے والے بڑے بڑے عالم موجود ہوں اس کی عالیشان کوٹھیاں ہوں موٹر کاریں ہوں اس کی عمارات اور ساز و سامان کو دیکھ کر لوگ اُسے لڑکیاں دینے کے لئے تیار ہوں۔ اس کی مجلس میں بیٹھنے والے دوست موجود ہوں اور ہر وقت اس کے پاس عیش و عشرت کی محفلیں منعقد ہیں۔ اس کو

خدا تعالیٰ کی نعمتوں اور انعامات کی قدر

نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دولت مند مکان گھوڑے اور ہاتھی وغیرہ سب کچھ خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ مگر ایسے لوگوں کے پاس چونکہ یہ سب کچھ ماں باپ کی طرف سے پہنچتا ہے۔ اس لئے یہ بات کہ خدا دیتا ہے ان کی نظروں میں نہیں آسکتی وہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں تو ہمیں ماں باپ سے بطور ورثہ ملی ہیں۔ ایسے لوگوں کی زندگی خدا تعالیٰ کے فضل کو ظاہر کرنے والی نہیں ہوتی۔ ان کی نظر صرف مادیات میں پھنسی رہتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جاتی۔ غرض الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ نے اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی خطرات سے پُر ہوگی۔ لیکن ہر خطرہ کے وقت میں اس کی مدد کروں گا۔ پس یہ ایک پیشگوئی نہیں بلکہ دو

پیشگوئیاں ہیں۔ ایک طرف تو آپؐ کے متواتر خطرات سے دوچار ہونے کی پیشگوئی ہے۔ اور دوسری طرف متواتر ان خطرات کو دور کرنے اور آپؐ کی مدد کرنے کی پیشگوئی ہے۔

سب سے پہلا خطرہ

جو آپؐ کو اپنی زندگی میں پیش آیا وہ یہ تھا کہ ابھی آپؐ اپنی والدہ کے پیٹ میں ہی تھے کہ آپؐ کے والد کی وفات ہو گئی۔ اس وقت قدرتاً یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ اس بچہ کو جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے پالے گا کون؟ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُدھر آپؐ پیدا ہوئے اور اُدھر آپؐ اپنے دادا عبدالمطلب کی گود میں پہونچ گئے۔ انہوں نے بچے کو دیکھتے ہی کہا یہ تو چاند سا ٹکڑا ہے۔ اور پھر فرطِ محبت سے بچے کو گود میں اُٹھا کر بیت اللہ میں لے گئے۔ اور وہاں جا کر خدا تعالے کا شکر ادا کیا۔ گویا باپ کی موت کے بعد بجائے خدا تعالے نے باپ کی جگہ آپؐ کے دادا کے دل میں باپ جیسی شفقت بھر دی اور الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کی پیشگوئی پہلی بار آپؐ پر پوری ہوئی۔ یہ صرف خدا تعالے کا فضل اور اس کی مدد ہی تھی ورنہ

ہم روزانہ کئی واقعات دیکھتے ہیں

کہ جب کسی شخص کا کوئی ایسا لڑکا فوت ہو جائے جس کی اولاد ہو تو وہ اپنے پوتے کی طرف سے توجہ پھیر لیتا ہے۔ اور اسے پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ وہ اس کا پوتا ہے۔ اسی طرح اس کے دوسرے لواحقین بھی اپنی توجہ اس کی طرف سے پھیر لیتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اس بچہ کے ساتھ دور کا بھی رشتہ نہیں۔ لیکن آپؐ کے والد کی وفات کے بعد خدا تعالے نے آپؐ کے دادا کے دل میں آپؐ کے لئے بے انتہا محبت بھر دی۔ اور انہوں نے کہا یہ تو ہمارا بیٹا ہے اور چاند کا ٹکڑا ہے۔ الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ والی پیشگوئی کا ہی ظہور تھا کہ باپ نہ تھا تو دادا کے دل میں اللہ تعالے نے محبت اور اُلفت پیدا کر دی۔ پس اللہ تعالے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اے محمدؐ الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ جب تمہارا باپ نہ تھا تو کیا ہم تمہارے باپ نہ بنے تھے؟

پھر اس کے بعد خدا تعالے نے جو کام آپؐ سے لینے تھے وہ تقاضا کرتے تھے کہ آپؐ کی صحت اعلیٰ درجہ کی ہو اور آپؐ کے قویٰ نہایت مضبوط ہوں۔ کیونکہ آپؐ نے ایک طرف

تمام انبیاء سے افضل نبی

بننا تھا۔ اور دوسری طرف اعلیٰ درجہ کا جرنیل بھی بننا تھا۔ مگر مکہ میں پھلوں کی بھی کمی تھی۔ پانی کی بھی کمی تھی۔ اور سبزیوں وغیرہ کی بھی کمی تھی۔ اور جب تک مکہ کے لوگ بیرونجات میں جا کر نہ رہیں ان کی صحت اچھی نہیں رہ سکتی۔ بیرونجات سے مکہ میں پھل اور سبزیاں وغیرہ تو پہونچ جاتی تھیں۔ لیکن اگر باہر سے چیزیں چلی بھی جاتیں تو بھی تازہ بتازہ پھلوں اور سبزیوں کا مل جانا جو اثر رکھتا ہے وہ باہر سے آئی ہوئی چیزوں میں کہاں ہوتا ہے۔ مکہ کے لوگوں میں یہ دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو باہر کے گاؤں میں ۵ یا ۶ ماہ کی عمر میں بھجوا دیتے تھے۔ اور جب وہ ۸۔۹ سال کی عمر کے ہوتے تھے تو انہیں واپس لے آتے تھے۔ بعض لوگ تو سال دو سال کے بعد ہی واپس لے آتے تھے۔ اور بعض ۸-۹ سال کا ہو چکنے پر لے آتے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا کہ ان کی صحت بھی اچھی ہو جاتی۔ اور ان بچوں کی زبان بھی شہر والوں کی نسبت زیادہ صاف ہو جاتی۔ کیونکہ

بدویوں کی زبان

شہر والوں کی نسبت زیادہ صاف تھی۔ اور شہریوں کی زبان باہر سے قبائل آتے رہنے کی وجہ سے مخلوط سی ہو جاتی تھی۔ غرضیکہ مکہ میں ہر چھٹے مہینے باہر کے گاؤں کی عورتیں آتیں اور دودھ پیتے بچوں کو پالنے کے لئے ساتھ لے جاتیں۔ وہ شہر میں چکر لگاتی تھیں اور جس کسی نے اپنا بچہ ان کے حوالہ کرنا ہوتا کر دیتا تھا چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے کچھ عرصہ بعد آس پاس کے دیہات کی عورتیں شہر میں آئیں۔ حضرت عبدالمطلب کا گھر بہت مشہور تھا۔ اور ایک قبیلہ کا سردار ہونے کی وجہ سے ان کی بہت زیادہ شہرت تھی۔ اس لئے دیہات سے آنے والی ان دایہ عورتوں میں سے ہر ایک کی خواہش تھی کہ

عبدالمطلب کے پوتے کو اپنے ساتھ لے جائے

مگر جب اُنہوں نے سنا کہ بچہ کا والد فوت ہو چکا ہے تو اُنہوں نے خیال کیا کہ اس یتیم بچہ کو پالنے کے بدلہ میں ہمیں کون انعام دے گا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے کئی عورتیں آپؐ کی والدہ کے گھر میں آئیں مگر یہ معلوم ہونے پر کہ اس بچے کا والد فوت ہو چکا ہے واپس چلی گئیں۔ اور کسی نے اس یتیم بچہ کو اپنے ساتھ لے جانا نہ چاہا۔ پانچویں چھٹے نمبر پر حلیمہ آئی۔ مگر اس نے بھی جب بچہ کے یتیم ہونے کے متعلق سنا تو اس بہانہ سے کہ میں پھر آتی ہوں چلی گئی مگر جس طرح اس بچہ کا گھر غریب تھا۔ اسی طرح

حلیمہ بھی غریب

تھی۔ وہ سارا دن مکہ کے شہر میں بچوں والوں کے گھروں میں پھری۔ لیکن کسی نے اس کو منہ نہ لگایا گویا ایک طرف ان ساری دایہ عورتوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کر دیا اور دوسری طرف سارے بچوں والوں نے حلیمہ کو رد کر دیا اور جس طرح یسعیاہ نے کہا تھا ویسا ہی ہؤا کہ "وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہو گیا" (زبور باب ۱۱۸ آیت ۲۲) آخر حلیمہ کو خیال آیا کہ میں صبح اسی بچے کو اسی لئے چھوڑ آئی تھی کہ وہ یتیم ہے اور پھر سارے شہر میں سے کسی نے اپنا بچہ مجھے نہ دیا اگر میں اب پھر اسی یتیم بچہ کے گھر جاؤں گی تو اس گھر والے کہیں گے تم ہمارے بچے کو چھوڑ کر چلی گئی تھیں تمہیں بھی سارے شہر سے کوئی بچہ نہ ملا۔ اس لئے وہ کچھ شرماتی ہوئی آمنہ کے گھر آئی اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ساتھ لے گئی مگر اس طرح کہ ادھر آپؐ کو حلیمہ کے ساتھ بھیجتے وقت

آپؐ کی والدہ کو بھی خیال آیا

کہ حلیمہ غریب عورت ہے اور اس کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ ادھر حلیمہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ بچہ تو میں لے ہی چلی ہوں مگر مجھے اس کے پالنے کا انعام کیا مل سکتا ہے۔ لیکن حلیمہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں اس بچے کو لے کر گھر گئی تو خدا کی قسم ہماری وہ بکریاں جن کا دودھ سوکھ چکا تھا۔ اس بچے کی برکت سے اپنی بکریوں کے سوکھے ہوئے تھنوں میں دودھ بھر گیا۔ اور

خدا تعالے نے میرے گھر میں برکت بھر دی

برکت کا مطلب یہ تو نہیں کہ آسمان سے کوئی چیز گرتی ہے ہاں خدا تعالے نے ان بکریوں کے معدے تیز کر دیئے اور وہ گھاس اچھا کھا لیتی تھیں اور دودھ زیادہ دینے لگ گئیں۔ پس اللہ تعالے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتا ہے الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کہ جب تمہیں پالنے کا زمانہ آیا تو ایک طرف دیہات کی دایہ عورتوں نے تمہیں رد کر دیا۔ دوسری طرف تمہاری ماں نے دکھتے ہوئے دل کے ساتھ تمہیں ایک غریب دایہ کے سپرد کیا مگر دیکھو ہم نے تمہارے لئے انتظام کیا یا نہ کیا؟ دو سال کے بعد جب

رضاعت کی مدت پوری ہوئی

تو دستور کے مطابق حلیمہ آپؐ کو لے کر مکہ میں آئی اور آمنہ سے جو کچھ ہو سکتا تھا انہوں نے حلیمہ کو دے دیا۔ مگر حلیمہ کے دل میں آپؐ کے لئے اتنی محبت پیدا ہو چکی تھی کہ اُس نے باصرار آپؐ کی والدہ سے کہا کہ اس بچہ کو کچھ عرصہ اور میرے پاس رہنے دو۔ چنانچہ وہ پھر آپؐ کو ساتھ لے کر خوشی خوشی واپس گھر چلی گئی۔ جب آپؐ کی عمر چار سال کی ہوئی۔ تو حلیمہ آپؐ کو لے کر مکہ میں آئی۔ اور آپؐ کی والدہ کے سپرد کر گئی۔ والدہ سے جو کچھ ہو سکتا تھا اُنہوں نے حلیمہ کو دیا اور جو کچھ اُسے ملا وہ لے کر چلی گئی۔ یوں تو

حضرت عبدالمطلب بڑے قبیلہ کے آدمی تھے

اور ان کا شمار بہت بڑے سرداروں میں ہوتا تھا۔ مگر وہ اتنے زیادہ امیر نہ تھے صرف کھاتے پیتے لوگوں میں سے تھے ان کی اولاد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے اخراجات بھی زیادہ تھے اس لئے وہ حلیمہ کو کچھ زیادہ نہ دے سکے۔ مگر وہی حلیمہ جس کو وہ چھوٹا بچہ لے جاتے وقت یہ خیال تھا کہ اس کو پالنے کے بدلہ میں مجھے کیا ملنا ہے یہ بچہ تو یتیم ہے جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور اس کے بعد جنگ حنین میں حلیمہ کی ساری قوم قید ہو کر آگئی تو آپؐ نے یہ خیال کیا کہ یہ لوگ جب سفارش لے کر میرے پاس آئیں گے تو ان سب قیدیوں کو میں چھوڑ دوں گا۔ مگر لوگ (جو قبیلہ ہوازن کے تھے) اس شرم سے آپؐ کے پاس سفارش کے لئے نہ آئے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تو ہمارا بچہ تھا اور ہم نے اس کے ساتھ جنگ کی ہے ہم کس طرح اس کے پاس جا کر سفارش کریں۔ آخر آپؐ کو

رضاعی بہن یعنی حلیمہ کی بیٹی آپؐ کے پاس آئی اور

آپؐ نے اس کی ساری قوم کو آزاد کردیا

اب دیکھو یہ اتنا بڑا بدلہ تھا کہ سارے عرب میں سے بڑے سے بڑے سردار کی طرف سے بھی کسی بچہ کو پالنے کا نہ ملا ہوگا۔ آپؐ نے اپنی رضاعی بہن کی سفارش پر ان کی قوم کے تین ہزار قیدی بلا فدیہ رہا کر دیئے۔ اگر ایک قیدی کا فدیہ پانچ سو بھی شمار کیا جائے تو یہ رقم پندرہ لاکھ بنتی ہے۔ مگر آپؐ نے صرف حلیمہ کی خدمت کے بدلہ میں ان سب قیدیوں کو رہا کر دیا۔

اب دیکھو یہ کتنا بڑا انعام تھا

جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حلیمہ کو ملا۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تجھے گاؤں کی ساری عورتیں رد کر گئی تھیں۔ اور حلیمہ بھی تجھے ایک دفعہ رد کر کے چلی گئی تھی اس خیال سے کہ تم غریب تھے مگر کیا میں نے تیری غربت کو دور کیا یا نہ کیا۔ اور تجھ سے حلیمہ کو وہ انعام دلوایا جو سارے عرب میں سے کبھی کسی نے نہ دیا تھا اور نہ دے سکتا تھا۔

اس کے بعد آپؐ کو یہ صدمہ پہنچا کہ

آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب فوت ہوگئے

یہ حادثہ بھی آپؐ کے لئے نہایت تکلیف دہ تھا مگر حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کو بلایا اور ان کو وصیت کی کہ دیکھو محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو میری امانت سمجھنا اور ہر چیز سے اس کو زیادہ عزیز رکھنا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کہنے کو تو سب لوگ کہہ جاتے ہیں مگر خیال رکھنے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔ بیویاں مرنے لگتی ہیں تو اپنے خاوندوں سے کہہ جاتی ہیں میرے بچوں کا خاص خیال رکھنا مگر خاوند جب دوسری شادیاں کرتے ہیں تو پہلی بیوی کی اولاد کو کوئی پوچھتا تک نہیں اور وہ اولاد دھکے کھاتی پھرتی ہے خاوند ہوتے ہیں تو وہ بھی اپنی اولاد کے متعلق کسی کو خاص خیال رکھنے کے لئے کہہ جاتے ہیں مگر ہم نے دیکھا ہے کہ ان کے بچے بھی دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں اور بعض نظارے تو نہایت دردناک دکھائی دیتے ہیں پس ہو سکتا تھا کہ ابو طالب بھی اپنے باپ کی وفات کے وقت کی وصیت کا کوئی خیال نہ رکھتے مگر وہ کس طرح نہ رکھتے جبکہ

خدا تعالےٰ عرش سے ان کو وصیت کر رہا تھا

اور ان کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے انتہا محبت پیدا کر رہا تھا۔ پس جب آپؐ ابو طالب کی کفالت میں آئے تو باوجودیکہ ابو طالب کی بہت سی اولاد تھی اور وہ تھے بھی غریب آدمی مگر وہ آپؐ کے ساتھ اپنے بچوں سے بڑھ کر محبت کرتے تھے۔ اور وہ آپؐ کو اتنا عزیز رکھتے تھے کہ ہر وقت آپؐ کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ رات کو بھی اپنے پاس ہی سلاتے تھے۔ ابو طالب کی بیوی یعنی آپؐ کی چچی کے دل میں وہ محبت آپؐ کے لئے نہ تھی۔ وہ بعض کوئی چیز اپنے بچوں میں تقسیم کر دیتی تھی اور آپؐ کو نہ دیتی تھی مگر

آپؐ کے وقار کا بچپن میں ہی یہ عالم تھا

کہ باوجود آٹھ نو سال کی عمر کے آپؐ نے کبھی ایسی باتوں کا شکوہ نہ کیا اور کبھی اپنے منہ سے کوئی چیز نہ مانگی۔ ابو طالب جب آپؐ کو ایک طرف بیٹھے دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ کوئی بات ہے وہ دیکھتے کہ ان کی بیوی اپنے بچوں میں کوئی چیز تقسیم کر رہی ہے تو وہ پیار سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گود میں اٹھا لیتے اور یہ نہیں کہتے کہ یہ میرا بھتیجا ہے بلکہ بیوی سے کہتے تو نے میرے بیٹے کو تو دیا ہی نہیں۔ یعنی وہ اپنے بیٹوں کو بیٹے نہیں سمجھتے تھے بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حقیقی بیٹا سمجھتے تھے اور وہ بار بار دہراتے جاتے تھے کہ تو نے میرے بیٹے کو تو دیا ہی نہیں۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے

کہ جب ماں باپ کی اپنی اولاد زیادہ ہوتی ہے تو دوسروں کی اولاد ان کی نظر میں ہی نہیں جچتی۔ مگر خدا تعالےٰ نے ابو طالب کے دل میں آپؐ کے لئے اتنی محبت پیدا کر دی تھی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنے بیٹوں کو بیٹے ہی نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بھی الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کا ہی نمونہ تھا۔ پس اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کہ اے محمد رسول اللہؐ تو یتیم تھا مگر میں نے تیری کفالت کی یا نہ کی۔ اور تیرے یتیم کو دور کیا یا نہ کیا۔

پھر آپؐ بڑے ہوئے اس وقت

یہ سوال پیدا ہوتا تھا:

کہ آپؐ کونسا کاروبار کریں۔ آپؐ کے پاس کوئی جائداد نہ تھی جس سے کوئی کاروبار شروع کرتے نہ ہی آپؐ جس چچا کی کفالت میں تھے ان کے پاس کوئی مال و دولت تھا کہ وہ آپؐ کو کاروبار کے لئے کچھ رقم دے دیتے۔ ان کی تو یہ حالت تھی کہ باہر سے آنے والے لوگ کچھ خدمت کر جاتے تھے اور ان کا گذارہ ہو جاتا تھا۔ اس لئے وہ آپؐ کی کچھ مدد نہ کر سکتے تھے۔ غرض باوجود اس کے کہ آپؐ کے پاس کاروبار کے لئے کوئی سامان نہ تھا اور آپؐ کو کوئی فن بھی نہ آتا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کی مدد فرمائی اور وہ اس طرح کہ ایک قافلہ تجارت کے لئے شام کی طرف جا رہا تھا۔ ایک دولتمند عورت نے آپؐ کو دیانتدار سمجھتے ہوئے (کیونکہ آپؐ امین کے نام سے مشہور تھے) آپؐ کو بلایا اور کہا میں آپؐ کے سپرد اپنے اموال کرتی ہوں

آپ قافلہ کے ساتھ شام کو جائیں

اور تجارت کرکے واپس آئیں۔ میں آپؐ کو اس اس قدر حصہ دوں گی۔ لوگ تو دوڑتے پھرتے ہیں اور کبھی کسی کے پاس جاتے ہیں اور کبھی کسی کے دروازہ پر پہنچتے ہیں کہ نوکری مل جائے لیکن اس دولتمند عورت نے خود بلا کر آپؐ کو نوکری دی۔ اب دیکھو جب آپؐ کی کمائی کا زمانہ آیا تو کجا یہ حالت کہ لوگ نوکریوں کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں اور کجا یہ حالت کہ وہ دولتمند عورت آپؐ کو بلا کر خود اپنی بہت سی دولت آپؐ کے سپرد کرتی ہے اور کہتی آپ قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے جائیں۔ چنانچہ آپؐ قافلہ کے ساتھ شام کو گئے۔ اور آپؐ نے

ایسی دیانتداری اور محنت سے کام کیا

اور اتنا نفع ہوا کہ پہلے اس عورت کو تجارت میں کبھی اتنا نفع نہ ہوا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلے وہ اپنے نوکروں کے سپرد سارا کاروبار کرتی تھی اور وہ لوگ دیانتداری سے کام نہ کرتے تھے۔ مگر آپؐ نے ایسا انتظام کیا کہ کسی کو نفع کی رقم سے چھونے تک نہ دیا۔ غرض آپؐ بہت زیادہ نفع کے ساتھ تجارت کرکے واپس آئے۔ اس وقت آپؐ کی عمر شادی کے قابل تھی۔ مگر آپؐ غریب آدمی تھے۔ اور غریبوں کو لڑکیاں کون دیتا ہے۔ غریبوں کو تو خوب گھرانوں سے بھی لڑکیاں نہیں ملتیں۔ مگر جب آپؐ تجارت کرکے واپس مکہ پہنچے اور آپؐ نے

تجارت کا سارا نفع

اس عورت کے سامنے پیش کیا تو وہ اتنا نفع دیکھ کر حیران رہ گئی اور اس نے نوکروں سے پوچھا اتنی دولت کس طرح نفع میں آگئی۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ آپؐ جب ہمیں تجارت کے لئے بھیجتی تھیں تو ہم اس میں سے خود بھی کھاتے پیتے تھے۔ مگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تو کسی کو ہاتھ لگانے نہیں دیا۔ نفع نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ غرض آپؐ نے تجارت کا کام اس خوش اسلوبی سے کیا کہ وہ دولتمند عورت آپؐ کی ایمانداری کی قائل ہوگئی۔ وہ بیوہ عورت تھی اور

بہت بڑے مال کی مالک تھی

اس کے بہت سے غلام تھے اور نوکر چاکر تھے۔ اسی لئے اس کے قافلے دوسرے ملکوں میں جاکر تجارت کرتے تھے۔ ورنہ دوسرے ملکوں میں قافلہ بھیجنا معمولی بات نہیں۔ وہ اپنی ایک سہیلی کے ساتھ بات چیت کر رہی تھی کہ سہیلی نے اُسے کہا بی بی تم ابھی جوان ہی ہو اور بیوہ ہو چکی ہو اور پھر تمہیں ایسا اچھا، امانت دار اور ایماندار خاوند مل سکتا ہے جس کی دیانتداری کی مثال سارے شہر میں نہیں مل سکتی اس لئے تمہیں چاہیئے کہ اس کے ساتھ شادی کر لو۔ اس دولتمند عورت نے اپنی سہیلی کو جواب دیا کہ ہے تو تمہاری بات ٹھیک لیکن اگر یہ بات میرے باپ نے سن لی تو وہ مجھے جان سے مار ڈالے گا سہیلی نے کہا

تم اس بات کی فکر نہ کرو

یہ سب انتظام میں خود کر لوں گی۔ چنانچہ ادھر اُس کے باپ کو راضی کر لیا اور ادھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا اگر آپ کی شادی ایک دولت مند عورت سے ہو جائے تو کیا آپ پسند کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا میرے پاس تو کچھ ہے نہیں اس لئے کوئی دولت مند عورت میرے ساتھ کس طرح شادی کرنے پر رضامند ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا آپ کے پاس جو چیز ہے اس کو ہر عورت ہی پسند کرتی ہے۔ اور وہ ہے آپ کی دیانت امانت اور شرافت اس لئے آپ اس بات کا فکر نہ کریں کہ آپ کے پاس مال و دولت نہیں ہے۔ آپؐ کے پاس جو چیز ہے۔ اس کے مقابلہ میں

مال و دولت کیا چیز ہے

آپؐ نے فرمایا میں اپنے چچا کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتا۔ اس نے کہا اچھا میں آپؐ کے چچا سے بھی پوچھ لیتی ہوں۔ چنانچہ وہ ابو طالب کے پاس گئی۔ انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ اور آپؐ کی شادی ہو گئی۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیرے پاس کاروبار کے لئے کچھ نہ تھا مگر ہم نے انتظام کیا اور جب تیری شادی کا موقعہ آیا تو باوجود اس کے کہ تو غریب تھا۔ ہم نے تیری شادی کا انتظام کیا یا نہ کیا؟

پھر ہم دیکھتے ہیں

کہ اگر مرد غریب ہو اور عورت امیر ہو تو مرد کو بسا اوقات ذلت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ہمارے ایک نانا تھے جن کے گھر نواب لوہارو کی بیٹی تھیں اور وہاں سے ہی ان کو اخراجات کے لئے کچھ رقم آ جاتی تھی۔ ہمارے نانا کام تو کرتے تھے اور بیس پچیس روپیہ ماہوار آمدن بھی ہو جاتی تھی۔ مگر ان کا دستور تھا کہ سارا دن کام کرتے اور جو رقم آتی اس میں سے صرف ایک روپیہ ماہوار اپنے اوپر خرچ کرتے۔ اسی میں سے کپڑے کی دھلائی اور باقی ضرورتیں پوری کر لیا کرتے تھے۔ کھانے کے لئے ان کو ایک چپاتی کافی تھی۔ باقی رقم وہ ساری جمع رکھتے تھے۔ ان کو

اس بات کا بہت زیادہ احساس تھا

گھر میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے۔ یہ بیوی کا مال ہے۔ مجھے اپنی ضروریات پر یہ روپیہ صرف نہیں کرنا چاہیئے۔ ان کو چائے پینے کا بہت شوق تھا۔ مگر چائے میں ایک چھوٹا سا بتاشہ ڈال کر پی جاتے تھے۔ گویا انہوں نے اپنے نفس کو مارا ہوا تھا۔ صرف اس لئے کہ گھر میں جو کچھ خرچ ہوتا تھا وہ بیوی کا مال تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ان کی بیوی کے والدین اُن کے خسر فوت ہو گئے اور بھائیوں نے روپیہ بھجوانا بند کر دیا۔ اس پر انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارے والد نے جو رقم مجھے اتنا عرصہ بھیجی تھی اب میں تم کو باقاعدہ دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے وہ جمع شدہ رقم ساری کی ساری بیوی کو دے دی۔ اب دیکھو یہ بات طبیعت پر کتنی گراں گذرتی ہے کہ خاوند غریب ہو اور بیوی امیر ہو خاوند بیوی کا مال کھاتا رہے مگر جہاں

خدا تعالےٰ نے یہ انتظام کیا

کہ آپؐ کی شادی حضرت خدیجہ جیسی امیر عورت سے ہو گئی وہاں ایک ابتلا آپؐ کے لئے یہ بھی تھا کہ حضرت خدیجہ رضؓ بہت زیادہ امیر تھیں اور آپؐ غریب تھے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اس ابتلاء کو اس طرح دور کیا کہ کچھ عرصہ کے بعد حضرت خدیجہ رضؓ کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ

اتنا خوددار اور نیک خاوند

میرے مال کو برداشت نہ کر سکے گا۔ اس لئے اس نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ اپنا سارا مال آپؐ کے حوالہ کر دے۔ یہ سوچ کر حضرت خدیجہ رضؓ نے ایک دن آپؐ سے کہا میں ایک عرض کرنا چاہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا خدیجہ رضؓ کیا بات ہے۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اپنا سارا مال و متاع اور غلام آپ کے سپرد کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ خدیجہ رضؓ کیا تم نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ سوچ لیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتاؤ۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے کہا میں نے اچھی طرح اس معاملہ پر غور کر لیا ہے چاہے کچھ ہو جائے میں اپنا سارا مال آپؐ کے سپرد کرتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو پہلا کام میں یہ کرتا ہوں کہ

سارے غلاموں کو آزاد کرتا ہوں

حضرت خدیجہ رضؓ نے خندہ پیشانی سے اس بات کو برداشت کر لیا۔ مگر چونکہ آپؐ کو تجارت وغیرہ کے معاملہ میں ایک ساتھی کی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے آپؐ نے جن غلاموں کو آزاد کیا ان میں سے ایک غلام زید نے کہا آپؐ نے تو مجھے آزاد کر دیا ہے۔ مگر

آپؐ کے اخلاق اس قسم کے ہیں

کہ میں آپؐ سے جدا نہیں ہونا چاہتا۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ تم اپنی بیوی کے مال پر گذارہ کرو اس لئے ہم نے تمہارے لئے یہ انتظام کرایا کہ تمہاری بیوی نے اپنا سارا مال تمہارے قدموں میں لا کر پھینک دیا۔ پھر آپؐ کو غلام آزاد کرنے کے بعد ایک ساتھی کی ضرورت تھی اس لئے ہم نے یہ انتظام کیا کہ تم نے جن غلاموں کو آزاد کیا تھا ان میں سے ایک نے کہہ کہ آپ بے شک مجھے آزاد کر دیں۔ مگر چونکہ آپؐ کے اخلاق نہایت اعلےٰ درجہ کے ہیں۔ اس لئے میں آپ سے جدا ہونا نہیں چاہتا اس طرح ہم نے تمہاری ساتھی کی ضرورت بھی پوری کر دی۔ غرض ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح قدم بقدم ہر ضرورت کے وقت ہر مصیبت کے وقت۔ ہر خطرہ کے وقت اور ہر تکلیف کے وقت اللہ تعالےٰ نے

الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کا نمونہ

آپؐ کی ذات سے اعلےٰ اور ارفع طور پر وابستہ کر کے دکھا دیا۔ فسبحان اللہ وبحمدہٖ وسبحان اللہ العظیم (الفضل ۸/۶۱ ۲۳)

محترم میاں چراغ دین صاحب قادیانی صحابی مسیح موعود علیہ السلام کی وفات

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

۱۵ اگست ۱۹۶۱ء کو ہمارے پرانے رفیق "چراغ" تخلص میاں دلاور خان کے کمین حال مہاجر ربوہ چل بسے انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم کو ابتداء عمر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر سودا وغیرہ لانے کی خدمت کا شرف بھی ملا پھر ریویو آف ریلیجنز کے دفتر میں ملازم ہو گئے۔ خلافت ثانیہ کے قیام کے وقت بڑی جرأت سے کام لیا۔ اور مع اہل و عیال خلافت کے وفادار رہے۔ عرصہ تک مدرسہ احمدیہ کے دفتر میں بطور مددگار کارکن ملازمت رہی اس کی وجہ سے ان کی واقفیت و تعارف کا سلسلہ وسیع تر ہو گیا۔ ان کا بڑا لڑکا عبد اللہ مرحوم تشحیذ۔ الفضل اور آخر میں بیت المال میں دفتری رہا۔ تقسیم کے بعد اگرچہ اپنے رشتہ داروں کے پاس مکان اور دریاں بنانے کا کام .... مگر وہ عیال سمیت ربوہ آ گئے۔ بھینس رکھ کر دودھ مہیا کرنے کا کام لڑکوں کے سپرد کیا۔ ان کے چھوٹے لڑکے عبد الغنی نے بھی تشحیذ اور ریویو کے دفتر کی ملازمت کی۔ اب الفضل میں دفتری ہیں۔ عبد اللہ اور ان کی والدہ پچھلے سال فوت ہو چکے ہیں۔ اللہ مغفرت کرے موصی تھے۔ باقی اولاد و احفاد سب مخلص احمدی ہیں ؎

چراغِ قادیانی چل بسا ہے ۔ شرف خدمت کا طفلی سے ملا ہے
صحابی مہدی موعود کا تھا ۔ کئی باتوں کو اُس نے بھی سنا تھا
شرف تھا بالمشافہ گفتگو کا ۔ بہت موقع ملا ہے روبرو کا
وفاداری کو آخر تک نبھایا ۔ مع اولاد ربوے میں بھی آیا
بہشتی مقبرہ میں قبر پائی ۔ یہ اس کی نیک بختی کام آئی
چراغِ قادیانی سالِ رحلت [1] ۔ تھا اس کے نام میں مخفی بحکمت
۱۳۸۰ھ
مگر ارشاد سے اکمل بتا دے
کہ یہ دو ماہ کا وقفہ ملا دے

---

[1] چراغ قادیانی سے اعداد ابجدی ۱۳۸۰ ہیں ۱۳۸۱ھ کے دو ماہ ہی گذرے ہیں اس لئے ایک بڑھایا ہے ۱۲

بھائیو! اپنے مستقبل پر نظر رکھو اور اپنی اولاد کی فکر کرو

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

یہ کوئی مضمون نہیں بلکہ بستر پر لیٹے لیٹے یا سہارے سے بیٹھے بیٹھے اپنے مخلص بھائیوں کے نام ایک دردمند دل کی نصیحت ہے جس کا مخاطب سب سے پہلے میرا نفس ہے اور اس کے بعد ہمارے خاندان کے افراد ہیں اور پھر ساری جماعت ہے جو خدا کی طرف سے اخوت کی تاروں میں باندھی گئی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہم خدا کے مامور و مرسل کے زمانہ سے دن بدن اور لحظہ بلحظہ دور ہوتے جا رہے ہیں اور وقت کے قرب کی زبردست مقناطیسی طاقت سے بڑی حد تک محروم ہو رہے ہیں۔ یہ وہ بھاری نقصان ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد بھی مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔ چنانچہ اسلام کی ابتدائی تاریخ کا آخری نقشہ آپ لوگوں کے سامنے ہے جسے اس جگہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اب تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کا مبارک زمانہ بھی جلد جلد ختم ہو رہا ہے اور یہ روحانی روشنی پہنچانے والے اور تاریکی میں رستہ دکھانے والے چاند ستارے بڑی سُرعت کے ساتھ اُفق تریب میں غروب ہوتے جا رہے ہیں۔ دوستو اور عزیزو! کیا آپ لوگوں نے کبھی اس نقصان کا جائزہ لیا؟ اور اس کے تدارک اور تلافی کی تدبیر سوچی؟ اگر نہیں سوچی تو آخر کب سوچیں گے؟ کیا اس وقت سوچیں گے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی چہرہ کو دیکھنے والے اور آپ کی پاک صحبت سے مستفیض ہونے والے اور آپ کے مبارک کلام کو سننے والے لوگ سب کے سب اپنی اپنی قبروں میں سو جائیں گے؟

خدا کرے کہ ایسا نہ ہو۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟ ایک سیدھا سادہ علاج گو بہت مشکل علاج۔ بہت ہی مشکل علاج۔ بلکہ شاید اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے ناممکن علاج میں بتلائے دیتا ہوں۔ یہ علاج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیر معمولی عبادات اور ریاضات اور صوم و صلوٰۃ اور دردمندانہ دعاؤں اور تلاوت کلام پاک اور مطالعہ حدیث و اقوال بزرگان سلف اور محبت الٰہی اور عشقِ رسولؐ اور انقطاع الی اللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے عجیب و غریب نظاروں میں ملتا ہے جس کے نتیجہ میں آپ تیرہ سو سال پیچھے آنے کے باوجود آگے نکل گئے۔ حتیٰ کہ خدا نے آپ کو مخاطب کرتے بڑی محبت و اکرام کے ساتھ فرمایا کہ

"آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت رسُول پاک

کے بعد سب سے اوپر بچھایا گیا"۔ (تذکرہ صفحہ ۶۳۸)

اور خود رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی عالم کشف میں اپنے اس خادم اور نائب کی بے نظیر خدمات اور ترقیات کا نظارہ دیکھ کر فرمایا کہ:۔

یُدفن معی فی قبری

"یعنی میرے سلسلہ کے مسیح کی وہ شان ہے کہ مرنے کے بعد اسے میرے ساتھ جگہ دی جائے گی"۔

اس الہام الٰہی اور اس حدیث نبوی میں یہ عظیم الشان بشارت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر غیر معمولی جذب پیدا کرے اور خدا کے خاص فضل و نصرت کا جاذب بنے تو ایک انسان وقت کی حدود کو توڑ کر پہلے آنے والوں سے آگے نکل سکتا ہے۔ اسی بشارت کے فلسفہ کی تشریح میں قرآن مجید نے السابقون الاوّلون کی دو لطیف اصطلاحیں بیان کی ہیں جس میں یہی اشارہ ہے کہ بعض لوگ (یعنی اوّلون) تو وقت کے لحاظ سے آگے آکر فضیلت حاصل کر لیتے ہیں مگر بعض خوش قسمت لوگ (یعنی سابقون) ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پیچھے آتے ہیں مگر آگے پیچھے کی زنجیروں کو توڑ کر پہلے آنے والوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ جس طرح مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھ سال تک شدید مخالفت کرنے کے بعد مسلمان ہوئے مگر باوجود اس کے وہ اپنی شاندار خدمات اور غیر معمولی اوصاف کی وجہ سے مینار کی طرح بلند ہو گئے۔ ہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا جو ہر جہت سے اوّل بھی تھے اور سابق بھی تھے تمام صحابہؓ سے جن میں حضرت عثمان اور حضرت علی اور حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر اور قدیم صحابہ بھی شامل تھے آگے نکل گئے ہیں [illegible]

الفضل بالخیرات لا بالزمان

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وقت اور زمانہ کی قیود کو توڑ کر آگے نکل جانے والوں میں حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب شہیدؓ کی مثال بھی بیان فرمائی ہے جن کی شہادت کی خبر سن کر آپ نے اپنی ایک نظم میں یہ حکیمانہ شعر فرمائے کہ؎

صد ہزاراں فرسخے در کوئے یار | دشتِ پُرخار و بلایش صد ہزار
بنگر ایں شوخی ازاں شیخِ عجم | ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
او پئے دلدار از خود مردہ بود | از پئے تریاق زہرے خوردہ بود

زیرِ ایں موت است پنہاں صد حیات
زندگی خواہی بخور جامِ ممات

(تذکرۃ الشہادتین)

"یعنی خدا کے کوچہ تک پہونچنے کے لئے لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے اور یہ کانٹوں کے جنگل ہیں اور ان جنگلوں میں بیشمار قسم کی بلائیں اور تکلیفیں اور آزمائشیں ہیں۔ مگر ذرا اس کابلی بزرگ کی ہمت اور تیز رفتاری ملاحظہ کرو کہ اس نے یہ سارے خطرناک جنگل صرف ایک قدم میں ہی طے کر لئے۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب خدا کی خاطر اپنے نفس پر موت وارد کر چکا تھا۔ اس نے رضاء الٰہی کا تریاق حاصل کرنے کی غرض سے قربانی کا زہر کھا کر اپنے نفس کی لذات کو ختم کر دیا تھا۔ اس قسم کی موت کے نیچے سینکڑوں زندگیاں پوشیدہ ہیں۔ لہٰذا اگر خدا کے رستہ میں خاص الخاص زندگی کے خواہاں ہو تو آؤ تم بھی ایسی موت کا پیالہ چکھ کر زندۂ جاوید ہو جاؤ"۔

پس دوستو اور عزیزو! ایک علاج تو یہی ہے جس سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک زمانہ سے دوری کے اثر کو کسی قدر کم اور صحابہ کرام کی صحبت سے محرومی کی کمی کو کسی قدر پورا کر سکتے ہیں مگر یہ علاج بڑا مشکل بڑا کٹھن اور بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس کے لئے ایک بڑی تلخ موت کے دروازے میں سے گزر کر "از جہان دیگر بیروں از جہاں" کا نظارہ پیش کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ دراصل اس خونی سولی پر چڑھنا پڑتا ہے کہ:۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

اس کے لئے اس پُر آشوب مادی زمانہ میں کتنے لوگ تیار ہیں؟ کم اور بہت کم۔ بہت ہی کم۔ بلکہ شاید لاکھوں انسانوں میں سے ایک بھی مشکل سے ملے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتی نوح کو دیکھو۔ اس پیمانہ پر کتنے احمدی نوجوانوں کو معیاری احمدی سمجھا جا سکتا ہے؟ مجھے جواب دینے کی ضرورت نہیں اپنی آنکھوں سے دیکھو اور اپنے دل سے جواب مانگو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہ تعداد خدا کے فضل سے بہت کافی تھی مگر اس کے بعد زمانہ کی دوری اور مخلص صحابیوں کی اموات کی کثرت نے قدیم سنت کے مطابق آہستہ آہستہ نقشہ بدلنا شروع کر دیا حتیٰ کہ باغِ احمد میں خیریں پیوند داری پودوں کی جگہ جلے کٹے میٹھے تخمی پودوں (یعنی نسلی احمدیوں) کی کثرت شروع ہو گئی اور اس کثرت کی شرح دن بدن خطرناک طور پر بڑھتی جا رہی ہے۔ اسلام کے دور اوّل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کے زمانہ میں بھی اسلام کو یہی خطرہ پیش آیا تھا مگر اس وقت جہاد کا رستہ کھلا ہونے کی وجہ سے نوجوانوں کے جوشِ اخلاص و قربانی میں طبعی کمی کو کافی حد تک کنٹرول کر لیا گیا تھا مگر یہاں ہماری تبلیغ میں بھاری روکیں حائل ہیں۔ کہیں مالی روکیں کہیں بیرونی تنظیم کی روکیں اور کہیں اندرونی روکیں کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

اگر یہ روکیں دور ہو جائیں تو اس وقت حالات ایسے ہیں کہ خدا کے فضل سے قلیل عرصہ میں اسلام اور صداقت کے حق میں بھاری تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک ضروری لازمہ کے طور پر ہمارے نوجوانوں میں اور نسلی احمدیوں میں بھی زندگی کی نئی روح پیدا ہو سکتی ہے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ تاریخ عالم کا یہ ایک ازلی مشاہدہ ہے کہ جب کسی قوم کا خارجی محاذ کمزور پڑ جاتا ہے تو وہ اندرونی خلفشار کا شکار ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ نیکی کی روح میں انحطاط قربانی کے جذبہ

میں کمی باہمی اختلافات عملی کمزوریاں، اعتراض کرنے میں جلدبازی وغیرہ وغیرہ کئی قسم کی اخلاقی اور روحانی بیماریاں جماعتی معاشرہ میں ابھرنے لگ جاتی ہیں۔

مگر قربان جائیے اپنے آقا صلے اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ نے اپنی امت کو کسی حالت میں بھی مناسب نگرانی اور مناسب علاج کے بغیر نہیں چھوڑا اور عارضہ کے ساتھ حکیمانہ نسخہ اور حکیمانہ ماحول مہیا فرمایا ہے۔ چنانچہ جب آپ کو ایک وقت اپنے غزوات کے ہجوم کے دوران میں کچھ عرصہ کے لئے مہلت میسر آئی اور آپ نے محسوس کیا کہ کہیں اوپر تلے کے غزوات اور سرایا کی غیر معمولی گہما گہمی سے وقتی فراغت پاکر صحابہ کی جماعت ایک گونہ بیکار اور سست ہو کر نہ بیٹھ جائے تو آپ نے اس وقت کمال حکمت سے صحابہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر

"یعنی اب ہم چھوٹے جہاد (مراد تلوار کے جہاد) سے فارغ ہو کر بڑے جہاد (مراد اخلاقی اور روحانی تربیت کے جہاد) کی طرف لوٹ رہے ہیں"

اللہ اللہ! یہ کس شان کا کلام تھا جو آج سے چودہ سو سال پہلے عرب کے اس امی نبی کے منہ سے نکلا جس کی حکمت کے سامنے آج کی ترقی یافتہ دنیا کا سارا فلسفہ گرد ہے۔ تلوار کے جہاد سے لوٹتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب ہمارے لئے چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد میں معروف ہونے کا وقت ہے۔ جو نفس کا جہاد اور جماعتی تربیت کا جہاد اور قومی تنظیم کا جہاد ہے۔ اس موقعہ پر جماعتی تربیت کے سوال کو بڑا جہاد قرار دینے میں دو عظیم الشان نفسیاتی نکتے مضمر ہیں۔ اول اس میں علم النفس کے اس لطیف اصول کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ کسی سوال کی اہمیت صرف ذاتی ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ اضافی اور نسبتی بھی ہوا کرتی ہے جو ماحول اور وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ کم و بیش ہوتی رہتی ہے اور جو کسی مومن کا فرض ہے کہ وقت کے تقاضوں کے مطابق پیش آمدہ مسائل کی طرف توجہ دیں اور آنکھیں بند کرکے صرف ایک بات کی طرف ہی جھکے نہ رہیں۔ اس طرح مختلف حالات میں جہاد اکبر اور جہاد اصغر کی تعریف بدلتی رہے گی۔ کبھی وہ وقت جب کوئی ظالم دشمن اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانے کے لئے اٹھے گا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا تو اس وقت جہاد بالسیف کے ذریعہ اپنا دفاع کرنا اور ترقی کا رستہ کھولنا جہاد اکبر ہوگا۔ لیکن اگر دشمن علمی اعتراضوں کے ذریعہ اسلام پر حملہ آور ہوگا تو علمی تبلیغ کے ذریعہ اسلام کی فوقیت ثابت کرنا اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت کرنا اور مالی امداد کے ذریعہ اسلام کی مضبوطی کا انتظام کرنا جہاد اکبر بن جائے گا اور بعض اوقات جب قوم اسلامی تربیت کو کھو کر تنزل کے گڑھے میں گر رہی ہوگی تو ایسے وقت میں مسلمان نوجوانوں کا عمدہ اخلاقی اور روحانی تربیت کے ذریعہ اوپر اٹھانا جہاد اکبر ہوگا اور باقی جہاد جہاد اصغر کا رنگ اختیار کر لیں گے اور یہی وہ نفسیاتی نکتہ ہے جس کی طرف ہمارے آقا صلے اللہ علیہ وسلم نے اوپر والے ارشاد میں توجہ دلائی ہے۔ یعنی یہ کہ وہی جہاد اکبر ہے جو وقت کے تقاضے کے مطابق کیا جائے۔ علاوہ ازیں حضور کے اس ارشاد میں یہ ضمنی اشارہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی بیکار اور سست ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیئے بلکہ وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق ہر حال کوئی نہ کوئی دینی جہاد جاری رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ قوموں کی باہمی دوڑ میں جو قوم بھی سست ہوگی اور رکے گی وہ خود آدوسروں کے پاؤں کے نیچے روندی جائے گی۔ یہ خدا کا ازلی اور اٹل قانون ہے۔ ولن تجد لسنة الله تبديلا۔

دوسرا قابل نکتہ بہت بڑا نکتہ بڑا عظیم الشان نکتہ۔ تو سوں میں دائمی زندگی پیدا کرنے والا نکتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ نفسی) کے اس ارشاد میں کہ "اب ہم چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں" یہ ہے کہ آپ نے نسبتی لحاظ سے نہیں بلکہ دائمی اور حقیقۃً نفس کے جہاد اور تربیت والے جہاد کو تلوار کے جہاد سے افضل قرار دیا ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کا گہرا مطالعہ کرنے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہی درست ہے۔ کیونکہ اسلام مذہب کی اشاعت میں ہرگز ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دیتا جیسا کہ قرآن صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ لا اکراہ فی الدین۔ ادع الى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة۔ یعنی دین کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر جائز نہیں۔ بلکہ اے رسول تمہارا کام صرف یہ ہے کہ خدا کے دین کی طرف حکمت اور پند و نصیحت کے طریق پر بلاؤ" تلوار کے استعمال کی اجازت صرف مظلوم ہونے کی حالت میں دی گئی ہے بلکہ دشمن تلوار کے زور سے اسلام کو مٹانے کا اقدام کرے اور جارحانہ پر مصر ہو ورنہ اسلام کا اصل بنیادی نظریہ پُرامن تبلیغ اور علمی اور روحانی ذرائع کے استعمال سے تعلق رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوات اور سرایا سے کسی قدر مہلت پائی آپ نے اسلام کے بنیادی فریضہ کے پیش نظر مسلمانوں میں اعلان فرمایا کہ اب اس فراغت کو غنیمت جانتے ہوئے ہمیں جہاد اکبر یعنی نفس کے جہاد اور علمی جہاد اور جماعتی تربیت کے جہاد میں معروف ہو جانا چاہیئے جو ہمارا اصل جہاد ہے۔

پس اے ہمارے دوستو اور بھائیو اور عزیزو! اس وقت ہمارے رستہ میں بھی بعض تبلیغی روکیں حائل ہیں بعض ملکوں میں تو ہمارا رستہ ملکی قانون کے ماتحت بالکل ہی بند ہے اور بعض میں رستہ تو کھلا ہے مگر توسیع کے کام میں بھاری مالی تنگی روک ہے اور ہم اپنے کام کو محدود رکھنے پر مجبور ہیں۔ اور بعض میں قانونی روک تو شاید نہیں ہے مگر ملکی مصالح متقاضی ہو رہے ہیں۔ ایسی صورت میں کمزور طبائع میں مذہبی جذبہ کی کمی کا پیدا ہو جانا اور دینی ولولہ کا کمزور پڑ جانا ایک حد تک طبعی امر ہے۔ اس کمی اور اس کمزوری کو دور کرنے کا وہی حکیمانہ نسخہ ہے جو ہمارے آقا (فداہ نفسی) نے بیان فرمایا ہے۔ یعنی اس صورت میں ہمیں جہاد اصغر (یعنی بے وقت جہاد) سے جہاد اکبر (یعنی وقت کے مناسب حال جہاد) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ یہ ظاہر ہے کہ جہاد کی موٹی اقسام یہ تین ہیں:۔

(۱) تلوار کا جہاد یعنی تلوار کے ذریعہ حملہ آور ہونے والے دشمن کا جو اسلام کو تلوار کے زور سے مٹانا چاہتا ہو تلوار سے مقابلہ کرنا۔

(۲) تبلیغ کا جہاد یعنی دلائل و براہین اور روحانی ذرائع سے اسلام کی اشاعت اور استحکام اور ترقی کا انتظام کرنا۔

(۳) تربیت کا جہاد یعنی مسلمانوں کو سچا مسلمان بنانے اور نوجوانوں کو اسلامی طریق کے مطابق تربیت دینے کا انتظام کرنا۔

جہاں تک تلوار کے جہاد کا سوال ہے نہ تو اس وقت اس کے حالات موجود ہیں اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح موعود کے زمانہ میں اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری میں مسیح موعود کے نزول کے ذکر کے تعلق میں صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ یضع الحرب یعنی جب میری امت کا مسیح آئے گا تو وہ تلوار کے جہاد کو ملتوی کر دے گا۔ کیونکہ اس کی ضرورت نہیں ہوگی۔ عقلاً بھی ظاہر ہے کہ تلوار کی ضرورت صرف تلوار کے مقابلہ پر ہی پڑ سکتی ہے۔ ورنہ اسلام تو درکنار کوئی معقول مذہب بھی اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ یونہی لوگوں کی گردنیں اڑاتے پھرو۔

باقی رہے دو قسم کے جہاد یعنی تبلیغ کا جہاد اور تربیت کا جہاد۔ سو وہ بیشک اسلام کی جان بھی اور ہمیشہ قائم رہنے والی تعلیم کا ضروری حصہ ہیں اور عام حالات بحیثیت مجموعی جماعت کو رتھ کے دو پہیوں کی طرح ان دونوں قسم کے جہادوں کی ہر وقت ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات مخصوص قومی یا ملکی حالات کے ماتحت یا خاص قسم کے اندرونی یا خارجی تقاضوں کے مطابق ان کے باہمی توازن میں فرق پڑ جاتا اور کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ یعنی بعض حالات میں تبلیغ پر زیادہ زور دینا پڑتا ہے اور بعض دوسری قسم کے حالات میں تربیت کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت پیش آتی ہے خواہ یہ ضرورت اختیاری صورت میں ہو یا کہ مجبوری کی صورت میں جیسا کہ آجکل ملک کے اندرونی حالات کا تقاضا ہے۔

بہرحال آجکل ہماری بڑی پرابلم جماعت کے نوجوانوں اور خصوصاً نسلی احمدیوں کی تربیت ہے تاکہ انہیں زمانہ کی شرربار ہواؤں سے بچا کر اور مادیت کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھ کر اسلام اور احمدیت کی روح پر قائم رکھا جا سکے اور یہی میرے اس مضمون کا مرکزی نقطہ اور حقیقی مآل ہے۔ اور اسی کی طرف اس وقت اندرون ملک میں جماعت کی خاص توجہ مبذول ہونی چاہیئے۔

یہ کام کس طرح انجام دیا جائے؟ اس کے لئے کسی لمبی چوڑی تلقین کی ضرورت نہیں۔ قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اس معاملہ میں زریں ہدایات سے بھری پڑی ہیں۔ اصل چیز جس کی ضرورت ہے۔ وہ احساس اور توجہ ہے۔ اگر جماعت میں نوجوانوں کی تربیت کا احساس پیدا ہو جائے اور وہ اس سوال کی عظیم الشان اہمیت کو سمجھ لے تو اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے قرب کی وجہ سے نیز خلافت جیسی الٰہی نعمت کے موجود ہونے کے نتیجہ میں ہمارے اندر ایمان و اخلاص کی زبردست چنگاریاں موجود ہیں بس ذرا سی ہوا دینے سے بھڑک اٹھنے کے لئے تیار ہیں ولو لم تمسسه نار۔

پس دوستو اور عزیزو! خدا کے لئے اس طرف توجہ دو اور اپنی اولادوں کے مستقبل کی فکر کرو اور جماعت کے قدم کو پیچھے کی طرف جانے سے بچاؤ اور ان کے اندر اسلام اور احمدیت کی ایسی شمع روشن کر دو جس سے اگلی نسل کی شمع خود بخود روشن ہوتی چلی جائے اور قرآن کے اس زبردست انذار کو ہمیشہ یاد رکھو کہ قوا انفسکم واهليكم نارا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ڈرا دینے والے شعر کو بھی کبھی نہ بھلو کہ:۔

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

میں چاہتا تھا کہ تربیت کے متعلق کچھ تفصیلی ہدایات بھی نوٹ کر دیتا مگر میں نے اپنی موجودہ علالت اور کمزوری اور تھکان کی حالت میں یہ نوٹ بھی بڑی مشکل سے رک رک کر لکھا ہے اور اب میں تھک گیا ہوں۔ اس لئے فی الحال اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ دوستوں کے مشورہ کے لئے اس قدر بتائے دیتا ہوں کہ یوں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثر کتب تربیتی مضامین سے بھری پڑی ہیں مگر خاص طور پر دو کتابیں اس میدان میں بڑی شاندار ہیں انہیں دوست خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے بیوی بچوں کو بھی ضرور پڑھائیں اور بار بار پڑھاتے رہیں تو ان سے انشاء اللہ انہیں عظیم الشان فوائد حاصل ہوں گے۔ یہ دو کتابیں یہ ہیں:-

(اول) کشتی نوح یا اس کا خلاصہ یعنی ہماری تعلیم

(دوم) ملفوظات یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ڈائریاں جن کے اس وقت تک دو حصے چھپ چکے ہیں۔

یہ دونوں کتابیں تربیت کے میدان میں جواہرات کی عدیم المثال کانیں ہیں۔ جن کی اس زمانہ میں کوئی نظیر نہیں

انہیں کی ادنےٰ تشریح میں اور بعض مزید قرآن و حدیث کے حوالوں کے لئے اگر اس خاکسار کی تصنیف "جماعتی تربیت اور اس کے اصول" کا بھی مطالعہ کیا جائے اور نوجوانوں کو پڑھا کر اس میں ان کا امتحان لیا جائے تو انشاء اللہ مفید ہوگا۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اور ہمارے بچوں کو اور ہماری آئندہ نسلوں کو اپنے فضل و رحمت کے سایہ میں رکھے۔ اور ہمارا انجام اس کی رضا پر ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

خاکسار مرزا بشیر احمد از لاہور ۱۵/۸/۶۱

درخواست ہائے دعا

۱۔ قادیان ۲۹ر اگست۔ مکرم یونس احمد صاحب اسلم درویش قادیان کو ۲۰ر اگست کو پیٹ میں شدید درد محسوس ہوا۔ مقامی ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ انہیں فوری طور پر بٹالہ سول ہسپتال پہنچا دیا جائے جہاں اپنڈے سائیٹس کا فوری اپریشن ہو۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا بٹالہ میں سرکاری ڈاکٹر جناب سردار سنگھ صاحب نے اپریشن کیا جو کامیاب رہا۔ دس روز تک اس جگہ زیر علاج رہنے کے بعد اسلم صاحب کل رات واپس آ گئے ہیں۔ زخم کی حالت اچھی ہے تاہم کمزوری باقی ہے۔ احباب جماعت کامل شفایابی کیلئے دعا فرمائیں (ایڈیٹر بدر)

۲۔ کچھ کاروباری مشکلات کے باعث میں بہت پریشان ہوں احباب جماعت سے کاروبار میں ترقی اور مشکلات کے ازالہ کے لئے دردمندانہ دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار بشیر احمد احمدی آئینہ مارک بیڑی فیکٹری چنتہ کنٹہ۔

۳۔ عرصہ ۲۵ سال سے یہ عاجز مختلف عوارض میں مبتلا ہے اسی طرح خاکسار کے گھر سے بھی بمرض گنٹھیا بیمار ہیں۔ ہم ہر دو کی مکمل شفایابی کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار مشتاق احمد کٹکی مقیم سنبلپور (اڑیسہ)

۴۔ خاکسار کا حقیقی بھائی عزیزم شیخ بشارت احمد عرصہ دراز سے بیمار چلا آ رہا ہے عزیز موصوف کی صحت کاملہ و درازیٔ عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز عاجز کا بھتیجا خورشید الحق بیمار ہے اس کی صحت کاملہ و درازیٔ عمر کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ عاجز بھی بیمار چلا آ رہا ہے عاجز کی صحت اور خادم دین ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ خاکسار شمس الحق قائد مجلس خدام الاحمدیہ بنگال۔

ضرورت فارسی مترجم اردو مطلوب ہے

مکرم جناب منور علی خان صاحب ڈی۔ ایس۔ پی سنبلپور (اڑیسہ) کو ایک فارسی مترجم اردو کی ضرورت ہے جو دوست مہیا کر سکتے ہوں وہ موصوف کے نام مہیا کر دیں۔ بشکریہ کے ساتھ قیمت ادا کر کے وصول کی جائے گی۔ خاکسار مشتاق احمد کٹکی

ولادت مولود۔ ۱۱ر اگست کو خاکسار کے ہاں بشیری لڑکی تولد ہوئی محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے نومولودہ کا مجوزہ نام تجویز فرمایا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اسکو نیک صالح اور ہم سب کیلئے قرۃ العین بنائے۔ آمین۔ خاکسار محمد سعید انور کلرک دفتر امیر مقامی قادیان

ماریشس میں ایک اور نہایت خوبصورت احمدیہ مسجد کی تعمیر

(بقیہ صفحہ اول)

جس کے افتتاح کے لئے آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔

عالیجناب! ہماری جماعت مسجد کے ذریعہ سے اس اسلامی آئیڈیل کو قائم کرنا چاہتی ہے جس میں دنیا کے سارے انسان خواہ وہ گورے ہوں یا کالے خواہ وہ بڑے مالدار ہوں یا عام مزدور مسجد میں آ کر مساوی حقوق رکھتے ہیں۔ گویا ؏

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

اور یہ مسجد وان المساجد للہ کے حکم قرآنی کے مطابق محض اللہ تعالےٰ کی عبادت کے لئے وقف ہے ـــــ اور اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلے اللہ (علیہ وسلم) کے نمونہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہر ایک مسجد ہر مذہب و ملت کے لوگوں کے لئے کھلی رکھی ہے تا یہ مسجد اس حقیقت کا نمونہ بن جائے کہ جس طرح خدا ایک ہے اسی طرح اس کے بندے بھی ایک ہی ہیں اور یہ مصرعہ سچا ہو

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ ماریشس میں جماعت احمدیہ کی مسجد کا افتتاح اس ملک کا نمائندہ کر رہا ہے جہاں سے احمدیہ جماعت کی ابتدا ہوئی تھی یعنی بھارت۔ والسلام

خاکساران

۱۔ محمد اسمٰعیل منیر مشنری انچارج

۲۔ عبدالستار سوکیہ پریذیڈنٹ

و ممبران جماعت احمدیہ ماریشس

۱۲ر اگست ۱۹۶۱ء

اس ایڈریس کا فرنچ ترجمہ بھی سنایا گیا اور طبع کروا کر عوام میں بھی تقسیم کیا گیا۔

قرآن مجید کا تحفہ۔ احباب جماعت کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مشنری انچارج صاحب نے قرآن مجید مع ترجمہ انگریزی و دیباچہ طبع شدہ از وکیل التبشیر ربوہ کی ایک کاپی اور تحفہ محترمی مصطفیٰ قدوائی کمشنر آف انڈیا کی خدمت میں پیش کی۔ اور عرض کیا کہ یہ ہماری محبت کا تحفہ ہے۔ اور ہمارا یہ یقین ہے کہ آج دنیا کی مشکلات کا حل قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے۔ قدوائی صاحب نے خوشی اور شکریہ کے ساتھ اس کو قبول کیا۔

مسجد کھولنے کے لئے چابی کی پیشکش محترم ہاشم خان مخدوم صاحب نے کی آپ نے مختصراً اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کمشنر صاحب سے درخواست کی کہ وہ مسجد کو کھولیں مسجد کھولنے کے بعد جناب کمشنر صاحب نے تقریر فرمائی جو بیس منٹ تک جاری رہی۔ جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ ماریشس کے اس شاندار استقبال پر دلی خوشی کا اظہار کیا اور انہیں ایک مسجد کھولنے کا موقعہ دیا۔ یہ دن ان کی زندگی میں ہمیشہ یاد رہیگا پھر انہوں نے ایڈریس میں بیان کردہ شاندار خیالات کو سراہا اور بتایا کہ وہ اپنی خواہش کے باوجود ایڈریس کا مکمل جواب مختصر وقت میں نہ دے سکیں گے۔ انہوں نے اس نکتہ پر زور دیا کہ انہیں تاریخ سے دلچسپی رہی ہے اور اُن کے مطالعہ کا نچوڑ یہ ہے کہ اسلام کے پھیلانے کے لئے کبھی بھی تلوار استعمال نہیں ہوئی۔ محبت تلوار سے زیادہ کام کرتی رہی ہے اور اب بھی محبت ہی انسانوں کو باہم متحد کر سکتی ہے۔

آپ اس بڑے مجمع سے بے حد متاثر ہوئے۔ اور بالخصوص مختلف مذاہب اور نسلوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اکٹھا دیکھ کر بہت متاثر ہو رہے تھے۔ اجتماعی دعا کے بعد جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔ اور حاضرین کی تواضع اکل و شرب سے کی گئی۔

سول کمشنر صاحب متعلقہ ضلع بھی حاضر تھے وہ بھی جماعت احمدیہ کی تنظیم اور اتحاد کی تعریف بار بار فرمائی۔

عورتوں کا اجتماع۔ بیگم قدوائی کے استقبال کے لئے احمدی عورتوں نے اپنی لجنہ اماء اللہ کے زیر اہتمام الگ خیمہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ انہوں نے پروگرام کا لاؤڈ سپیکر پر سنا اور بیگم قدوائی مسلمان اور غیر مسلمان عورتوں کو اکٹھا دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئیں۔ اور مسجد میں عورتوں کا حصہ دیکھنا تو شاید ان کے لئے مشرقی ممالک میں پہلا موقعہ تھا۔ ان کی خدمت میں لجنہ نے "سیرت سید الانبیاء" کا تحفہ مجلد کر کے پیش کیا۔

احمدی احباب کا تعارف۔ ماریشس کے احمدی مرد و زن اپنے اپنے علاقوں سے اس تقریب میں شامل ہونے کیلئے آئے۔ روز ہل سے مرد و لڑکوں کے لئے دو اور خاص عورتوں کے لئے ایک سپیشل بس کا انتظام تھا۔ مہمانوں کو لانیوالی کاروں کی گنتی نصف درجن تک ہوگی۔ اور مسجد کو مکمل کرنے اور افتتاح کی مجلس منعقد کرنیکے لئے دو زبردست خیمے تیار کئے گئے تھے۔ جو پتولسٹ بنائے گئے اور اندر وباہر سے ایسے خوشنما بنائے گئے تھے کہ ہر مہمان اور عام و خاص کی زبان پر واہ واہ اور شاندار کے الفاظ تھے۔ لاؤڈ سپیکر اور فوٹوگرافی کا انتظام عمدہ تھا۔ اس سارے انتظام کو مکمل کرنے کیلئے خدام موسٹا بیئں بلانش نے محترم ہاشم خان مخدوم کی زیر نگرانی تقریباً دس بندرہ دن رات دن ایک کر کے کام کیا اور اس دوران سخت بارش اور آندھی کا مقابلہ ایک ڈٹ کر کیا کہ ہر راہ گذر بھی ان کی کامیابی کیلئے دعا کرتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فضل کیا اور عین ۱۳ر اگست کو صبح سورج پوری آب و تاب سے کئی دنوں کے بعد نظر آیا۔ شام تک دھوپ نے منظر کو سہانا کیا۔ اور پھر ۱۴ر اگست کو تیز بارش آئی۔ اس واقعہ نے بتا دیا کہ خدا تعالےٰ موجود ہے اور وہ

بندوں اپنے بندوں کی سنتا ہے۔

احمدی دوستوں نے نماز عصر ادا کی پہلی اور آخری سجدہ میں مسجد کے بارونق اور بابرکت ہونے کے لئے خاص دعائیں کی گئیں۔ نماز کے بعد مشنری انچارج صاحب نے بتایا کہ یہ محض اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ آج کی تقریب ہم سب کے اندازہ سے بڑھ کر کامیاب ہوئی ہے۔ الحمد للہ۔ اب ہمیں اپنے اگلے پروگرام کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ ہم دار السلام روز ہل کی نئی بلڈنگ دسمبر تک ختم کر دیں۔ جس میں ایک سکنڈری سکول۔ لائبریری دریڈنگ روم لیکچر ہال ہونگے جس میں عورتوں کے لئے خاص انتظام ہوگا۔ اس کا نقشہ تیار ہو گیا ہے جو کمشنر صاحب نے بھی دیکھ کر پسند کیا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

نقد و نظر

رسالہ الفرقان ربوہ کا "فلسفہ امامت نمبر"

رسالہ الفرقان ربوہ کا ماہ مئی و جون کا مشترکہ نمبر "فلسفہ امامت" پر مشتمل ہے۔ جو مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی کا فاضلانہ مضمون ہے۔ اور رسالہ کے ۹۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے مضمون بو ہروں دخوجوں کے امامت سے متعلق نقطۂ نظر کا بڑے محققانہ انداز میں جائزہ لیتے ہوئے موجودہ زمانہ میں امام برحق کی بادلائل صحیح نشاندہی کی ہے۔ یہ مضمون بیسیوں کتب کے سینکڑوں صفحات کے مطالعہ اور گہرے غور و فکر کا نچوڑ ہے۔ جس میں مختلف خیالات کا بڑے سلجھے ہوئے انداز میں موازنہ کیا گیا ہے۔ بحث کے دوران میں بتایا گیا ہے۔ کہ امامت کا مسئلہ امت محمدیہ میں کب موضوع بحث بنا۔ اور امامت کی تعریف میں کیا کچھ اختلافات ہوئے اور پھر متعلقہ کتب کے حوالہ جات سے ہر فرقہ کے نقطۂ نگاہ کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ ضمناً فرقہ اسمٰعیلیہ کے عقیدہ کے مطابق دور کشف و دور ستر پر بحث کی گئی ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ اسمٰعیلی اصول کے مطابق ناطق سادس (اسمٰعیلی کتب میں حضرت محمد مصطفےٰ کو ناطق سادس کہا گیا ہے) کے بعد ایک ناطق سابع کا ظہور بھی ہونا چاہیئے۔ اس ناطق سابع کو قائم القیامہ بھی کہتے ہیں۔

اسی طرح فلسفہ اسمٰعیلیہ کے مایۂ ناز علم تاویل (تاویل کے معنے اوّل کی طرف پھیرنے کے ہیں) کی بحث کے تحت تاویلات کی عجیب و غریب مثالیں بیان کی گئی ہیں جو مقابل مطالعہ ہیں۔ اسماعیلی ادب کا دوسرا مایۂ ناز موضوع علم حقیقت ہے۔ اس کی تعریف میں جو افلاطونی فلسفہ کے ساتھ مطابقت معلوم ہوتی ہے۔ اسے بھی فاضل مضمون نگار بڑی عمدگی سے زیر بحث لائے ہیں۔

چونکہ فلسفہ امامت کے اصل موضوع کے ضمن میں بہت سے معلوماتی مضامین پر بھی مختصر طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً فرقہ ناطمیہ۔ اسمٰعیلی و اثنا عشری۔ فرقہ باطنیہ دعوت سِرّی۔ فلسفہ غیبت امام۔ امام مستقر و مستودع مرتبہ رضاعیت۔ اہل ظواہر۔ اہل تجسم گروہ صوفیاء وغیرہ پر پُرمغز ذخیرہ معلومات حاصل ہوتا ہے۔ اصل موضوع مسئلہ امامت کے بارہ میں مضمون نگار نے اسمٰعیلی نظریات کی چھان بین کے بعد احمدیہ جماعت کے صحیح نقطۂ نظر کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ احمدیہ جماعت کن وجوہات کی بناء پر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو امام الزمان قرار دیتی ہے۔ اور وہ کس طرح آپ کے ذریعہ امامت کے فرائض سرانجام دیئے گئے کہ آپ ہی کے ذریعہ تیار کی گئی فعال جماعت اب ساری دنیا میں زندہ اسلام کو پیش کر رہی ہے۔ اس موقع پر مضمون نگار نے تسخیر یورپ کے متعلق جماعت احمدیہ کے بلند عزائم ان کو پورا کرنے کے لئے ٹھوس عملی پروگرام کا ذکر کیا ہے۔ جو اکناف عالم میں تبلیغی مراکز قائم کرنے اور دنیا کی مشہور زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی اشاعت مختلف ممالک و امصار میں مساجد کی تعمیر۔ مدارس و مکاتب کا اجراء۔ اسلامی تعلیمات پر مشتمل بلند پایہ لٹریچر اخبارات و رسائل کی اشاعت پر مشتمل ہے۔

الغرض یہ علمی مضمون مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مقالہ کی زبان اور انداز بیان تمام تر تحقیقی مگر عام فہم ہے۔ جس سے دینیات کا طالب علم خواہ مبتدی ہو یا منتہی یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مولوی صاحب کی اس کاوش کا بہترین بدلہ اپنی جناب سے دے اور اسے بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین۔ فرقہ اسمٰعیلیہ کی ایک بڑی تعداد ہمارے ملک میں موجود ہے جن تک احمدیت کا پیغام پہنچانے میں یہ قابل قدر مضمون بہت مفید ہو سکتا ہے۔ قیمت فی نسخہ ۱/۴ روپیہ ہے۔

۲۔ رسالہ "الاسراء و المعراج"

"الاسراء والمعراج" کے نام سے $\frac{20}{26}$ × 30 سائز پر ۲۰ صفحات کا یہ رسالہ مکرم مولانا شریف احمد امینی مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تصنیف ہے۔ جسے محترم سیٹھ محمد معین الدین صاحب آف چنتہ کنٹہ نے شائع کیا ہے۔ عمدہ لکھائی چھپائی کے ساتھ اس رسالہ میں متعلقہ مسائل پر احمدیہ نقطۂ نظر کو آیات قرآنیہ احادیث نبویہ، بزرگان سلف کے اقوال کے علاوہ معقولی دلائل سے ثابت اور واضح کیا گیا ہے

رسالہ کل پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ہر باب میں مفصلہ ذیل امور پر ترتیب وار عمدگی سے بحث کی گئی ہے (۱) معراج نبوی جسمانی تھا یا روحانی (۲) معراج و اسراء دو الگ الگ واقعات ہیں (۳) اسراء اور معراج روحانی نظارے تھے (اس کے لئے قرآن کریم احادیث وغیرہ کی بیش شہادتیں بیان کی گئی ہیں) (۴) معراج کے بارے میں جماعت احمدیہ کا عقیدہ۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ کی تحریرات کے حوالہ جات کو دیگر بلند پایہ علماء اسلام کی تشریحات کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ (۵) واقعات معراج و اسراء اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا روحانی بلند مقام۔

الغرض ان تمام ابواب میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ معراج و اسراء نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعات اعلیٰ درجہ کے روحانی مکاشفات تھے جو نہایت اہم پیشگوئیوں پر مشتمل ہیں جن سے اسلام کی شان اکملیت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان افضلیت ظاہر ہوتی ہے۔ جن کی تفصیلات پر مطلع ہونے سے دلوں میں سرور اور ارواح میں انبساط پیدا ہوتا ہے۔

قیمت رسالہ پر درج نہیں اور غالباً ناشر صاحب ہی سے مل سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ کے تربیتی اجلاسات

مورخہ ۲۷ر جولائی ۱۹۶۱ء کو مسجد احمدیہ چنتہ کنٹہ میں ایک تربیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ایک تقریر خاکسار کی اور دوسری مکرم مولوی محمد یوسف صاحب بھکشو نے انسانی زندگی کے مقصد اور اس کے حصول کے ذرائع پر کی۔ جس کا سامعین پر گہرا اثر ہوا۔ اس کے بعد مورخہ ۵ر جولائی ۱۹۶۱ء کو ایک دوسرا اجلاس ہوا۔ اس میں بھی خاکسار اور مکرم مولوی محمد یوسف صاحب بھکشو کی تقاریر نماز کی اہمیت اور دعا پر ہوئیں۔

مکرم مولوی محمد یوسف صاحب بھکشو کی ہر دو تقاریر بہت عمدہ اور مؤثر ثابت ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو زیادہ سے زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ سیدنا حضرت اقدس کے ارشاد پر بھکشوؤں کے رنگ میں تبلیغ احمدیت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

بشیر احمد خادم مبلغ چنتہ کنٹہ

قادیان میں سیرت النبیؐ کا جلسہ (بقیہ صفحہ ۲)

سردار سرن سنگھ صاحب کی تقریر

ازاں جناب سردار سرن سنگھ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر تقریر فرمائی جسمیں آپ نے بیان کیا کہ ہر چیز کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے ماحول سے ہی لگایا جا سکتا ہے رسول کریم صلعم نے ایسے وقت میں توحید الٰہی کا قیام فرمایا جبکہ تمام دنیا اس سے بیگانہ تھی آپ نے تحقیقی طور پر بتایا کہ عرب کے چاروں طرف کی ممالک تھے ان میں بھی بگاڑ کس حد تک پہنچ چکا تھا۔ آپ نے کہا حضور نے سود کی لعنت کو دور فرمایا۔ رنگ اور نسل کے امتیاز کو ختم کیا۔ شراب کی عادت کی بیخکنی کی۔ مہاجرین اور انصار کو بھائی بھائی بنا دیا۔ امیر اور غریب کے امتیاز کو زکوٰۃ اور صدقات کی تعلیم کے ذریعہ دور فرمایا۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اپنے دشمنوں سے انتہائی نرمی کا سلوک کیا اور اپنے ہمسایوں سے ہمیشہ حسن سلوک کی تعلیم دی۔ آپ کی یہ تقریر بڑی دلچسپی سے سنی گئی۔

صدارتی تقریر

آخر میں صاحب صدر نے اپنی صدارتی تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان کیا کہ اسلام نے قوموں اور نسلوں کے امتیاز کو دور کیا ہے۔ کالے اور گورے کو یکساں قرار دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا مال حضور کی خدمت میں پیش کیا تو حضورؐ نے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ انہی آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک حضرت زید بھی تھے جنہوں نے اپنے باپ اور دیگر رشتہ داروں کے ہمراہ جانے سے انکار کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کو آزادی پر ترجیح دی۔ یہی وہ زید تھے جن کا نکاح حضور نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے کر دیا۔ اور پھر انہی کے بیٹے اسامہ تھے جنکو اپنی وفات سے قبل اس لشکر کا کمانڈر مقرر فرمایا تھا جسمیں حضرت ابوبکر، حضرت عمر جیسے جلیل القدر صحابی تھے۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ حضور کے گھروں میں کئی کئی مہینے آگ نہ جلتی تھی اور صرف کھجوروں پر ہی گذارہ فرماتے تھے اسی ضمن میں آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادگی کا بھی تفصیل سے ذکر کیا۔ آخر میں آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عفو کی تعلیم بیان کرتے ہوئے رئیس مکہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ کی ابتداء میں اسلام دشمنی کا تفصیلی ذکر کیا کہ کس طرح اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کا دل اور جگر چبایا تھا مگر فتح مکہ کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کئے جانے کا حکم جاری فرمایا مگر جب وہ دوسری عورتوں کے ساتھ بیعت کر رہی تھی تو حضور صلعم نے معاف فرما دیا۔

آخر میں حضرت حاجی محمد دین صاحب تہالی صحابی حضرت مسیح موعودؑ نے دعا کروائی اور قریباً ۱۲ بجے یہ مبارک تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

پونچھ میں جناب پراونشل امیر صاحب جموں کے اصلاحی مشاغل

ماہ گذشتہ کی ۲۵ تاریخ کو مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر جماعت ہائے جموں چند ضروری کاموں کی سرانجام دہی کے لئے وارد پونچھ ہوئے۔ جہاں پر جماعتی تنظیمی امور کا جائزہ لینے کے بعد آپ نے مسجد احمدیہ پونچھ کے باقی ماندہ کمرہ جات کے انخلاء کی کوشش فرمائی۔ اور مقامی ذمہ دار افسران سرکاری و معزز عہدیداران اوقاف سے ملاقاتیں کیں۔ چنانچہ موجودہ ایڈمنسٹریٹر جناب چوہدری بھارت بھوشن صاحب کی ذاتی توجہ سے احمدیہ جماعت کا یہ دیرینہ مطالبہ بھی بخیر و خوبی پایۂ تکمیل کو پہونچ کر تمام احمدیہ بلڈنگ کا چارج جماعت احمدیہ کو مل گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مکرم بابو صاحب موصوف اپنی مرکزی ڈیوٹی کے علاوہ سوشل سدھار جموں کے عہدیدار بھی ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مورخہ ۶ اگست کو بڑے بھاری دیوان میں حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس تعلیمات کی روشنی میں سماج کی اصلاح و بہبود کی طرف عوام کو توجہ دلائی اور ثابت کیا کہ قرآن شریف۔ گرنتھ صاحب۔ وید مقدس میں اخلاق کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔ اور ان کتب کے ماننے والوں کا فرض ہے کہ اس تعلیم کو اپنائیں۔ اسی روز شام کو گورو نواس میں بھی آپ کا ایک لیکچر ہوا جس میں آپ نے حضرت کرشن علیہ السلام کی قابل تقلید تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کیا۔ اور باہمی اتحاد و اتفاق اور حکومت وقت کی وفاداری کی پابندی کی تلقین کی۔ ہر دو تقاریر نہایت کامیاب اور عوام کی پسندیدگی کا موجب ہوئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاکسار خواجہ محمد صدیق خانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ

حصہ جائیداد

اخبار بدر کی گذشتہ چند اشاعتوں میں نظارت ہذا کی طرف سے یہ تحریک کی جاتی رہی ہے کہ جماعت کے صاحب جائیداد موصی احباب اگر اپنی زندگی میں حصہ جائیداد ادا کر دیں۔ تو اس سے جہاں ایک طرف مرکز کی مالی مشکلات میں کمی ہوگی و سلسلہ کے ضروری کاموں کی تکمیل ہوگی وہاں موصی احباب اپنی زندگی میں ایک اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوں گے۔

چنانچہ نظارت ہذا کی اس تحریک پر جماعت کے کئی مخلص موصی احباب کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے حصہ جائداد کی رقوم ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جن کے ناموں کی فہرست معہ مرسلہ رقوم قبل ازیں اخبار "بدر" میں شائع کی جا چکی ہے۔

ابھی جماعت ہائے احمدیہ کے متعدد ایسے صاحب جائیداد موصی اصحاب ہیں جن کی طرف سے مرکز کی ایسی تحریک کے عملی جواب کا انتظار ہے۔

امید ہے کہ موصی صاحبان جلد از جلد توجہ فرما کر حصہ جائیداد کی مد میں رقوم بھجوا کر فرض شناسی کا ثبوت دیں گے اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

ناظر بیت المال قادیان

ڈاکخانہ آسنور کشمیر

آسنور سے تعلق رکھنے والے احباب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ آسنور میں اگست ۱۹۶۱ء سے ڈاکخانہ کھل گیا ہے۔ امید ہے کہ احباب نہ صرف خط و کتابت میں تیزی اور باقاعدگی کریں گے بلکہ ہو سکے تو اپنے اقرباء یا انجمن کے نام پر سلسلہ کا لٹریچر رسائل و اخبارات بھی ارسال فرمائیں گے تاکہ ڈاکخانہ کی پوزیشن بھی مضبوط ہو اور آپ اپنے اہل قریہ کا حق بھی کسی حد تک ادا کر سکیں۔

خاکسار عبد الواحد صدر جماعت احمدیہ آسنور ڈاکخانہ آسنور شوپیاں کشمیر۔

درخواست دعا۔ میرے بھائی مکرم منشی نور محمد صاحب سابق ہیڈ کلرک صدر انجمن احمدیہ چند روز سے کرنٹہ میں سخت بیمار ہیں۔ احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ خاکسار فضل الٰہی خان درویش قادیان۔

کتاب "چونویں پھل" کے متعلق ایک سکھ ودوان کا تبصرہ

"اس کی ہر سطر سکھوں اور مسلمانوں میں پریم پیدا کرتی ہے!"

از جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ قادیان

احباب کو معلوم ہے کہ نظارت ہذا کی طرف سے ملکی اور قومی اتحاد کے پیش نظر اور مختلف قوموں میں تعاون اور رواداری کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے گورمکھی میں ایک کتاب "چونویں پھل" کے نام سے شائع کی جا چکی ہے۔ اور اس کے بعد کئی معزز سکھ لیڈروں کی خواہش کے مطابق اس کتاب کا اردو ترجمہ "سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ" کے نام سے شائع کیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب خدا کے فضل سے اپنے اتحاد و محبت کے مقصد کو کامیاب طور پر پورا کر رہی ہے۔ اس بارے میں بہت سی تعریفی آراء نظارت ہذا میں موصول ہو چکی ہیں۔ ان میں سے بعض اخبار "بدر" میں شائع بھی ہو چکی ہیں۔ ذیل میں ایک سکھ ودوان گیانی مہندر سنگھ صاحب ترنتارن کے گورمکھی خط کا ترجمہ شائع کیا جاتا ہے۔ جس میں انہوں نے ہماری کتاب کی بہت تعریف کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"مشنریان سیکرٹری صاحب سلسلہ احمدیہ قادیان

آپ کی دو کتابیں چونویں پھل اور جماعت احمدیہ کے مختصر حالات موصول ہوئیں۔ ان کو پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی جو بیان سے باہر ہے۔ آپ کی کتاب چونویں پھل بہت ہی پسند آئی۔ اس میں بہت سے ایسے خیالات پیش کئے گئے ہیں جو عموماً سکھ نوجوانوں کو بھی معلوم نہیں۔ چونویں پھل کی کتاب کوزے میں سمندر بند کرنے والی بات ہے۔ اس کی ہر سطر آپ اور ہم میں محبت اور پریم پیدا کرتی ہے۔ آپ نے اس کوشش سے محبت کی ایک زور دار لہر چلا دی ہے۔

میں سکھوں کے نام اپیل کرتا ہوں کہ اگر سچا پریم اور حقیقی ماتقیت اور انسانیت کی تلاش مقصود ہو تو ہر نوجوان کتاب چونویں پھل کا مطالعہ کرے۔ جو پریم اور محبت ہم نے کتاب کے پڑھنے سے حاصل کیا ہے وہ کسی اور جگہ سے نہیں مل سکا۔ آخر میں آپ کے پاس اپیل کرتا ہوں کہ یہ کتاب جگہ جگہ اور ہر ایک کے پاس پہنچائی جائے۔ تاکہ باہمی محبت و اتحاد پیدا ہو۔"

ٹرینڈ اساتذہ و استانیوں کی ضرورت

تعلیم الاسلام مڈل سکول اور نصرت گرلز سکول کے لئے بی۔ اے۔ بی۔ ٹی اور ایس۔ وی پاس یا ان کے برابر جو دوسرے صوبوں میں ڈگریاں ہوں ان کو رکھنے والے اساتذہ اور استانیوں کی ضرورت ہے۔

ایسے احباب اور مستورات جو مندرجہ بالا قابلیت رکھتے ہوں اور مرکز قادیان میں رہائش رکھنا چاہیں وہ اپنی درخواستیں امیر یا پریذیڈنٹ جماعت مقامی کی سفارش سے نظارت ہذا کو بھجوائیں اور اپنی درخواست میں یہ وضاحت بھی کر دیں کہ اگر وہ پہلے ہی ملازمت پر ہیں تو کیا تنخواہ لے رہے ہیں۔ اور کم از کم کس تنخواہ پر مرکز میں آنے کے لئے تیار ہیں۔

مندرجہ بالا ہر دو آسامیوں کے لئے پورے مضامین میں میٹرک اور بی۔ اے پاس ہونا ضروری ہے۔ علاوہ بریں یہ بھی ضروری ہے کہ کم از کم میٹرک تک پورے مضامین ہندی میں پاس کئے ہوں یا بصورت دیگر ہندی کا پربھاکر یا اس کے مقابل کا امتحان پاس کیا ہو۔

مندرجہ بالا ہر دو ادارے جماعت کے مرکزی تعلیمی ادارے ہیں۔ اور اس وقت ان کے لئے ٹرینڈ اساتذہ اور استانیوں کی ضرورت ہے۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ جماعت کے ایسے ڈگری یافتہ احباب اور مستورات مرکز سلسلہ میں آ کر خدمت سلسلہ بجا لانے کو ترجیح دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

خبریں

گورداسپور ۲۷ر اگست۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور شری کے سی پانڈے نے دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ماتحت حکم جاری کیا ہے۔ کہ پنجابی صوبہ ایجی ٹیشن صوبہ پنجاب کی تقسیم اور زبان کے مسئلہ کے ضمن میں تقریریں، نعرہ بازی، پوسٹروں کا لگانا اور تقسیم کرنا۔ اشتہاروں پر جھنڈوں کو ظاہر کرنا یا چسپاں یا جلوس نکالنا ضلع گورداسپور کی حدود میں ۲۶ر اگست ۱۹۶۱ء سے ایک ماہ کے لئے ممنوع ہے۔ حکم نامہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ حکم ان جلوسوں پر حاوی نہ ہوگا جو قبل از وقت اجازت حاصل کر کے نکالے جاویں گے۔ یا وہ جلوس جو شادیوں یا فوری ماتم کے متعلق ہیں یا ایسے جلوس جو پولیس ایکٹ کے ماتحت لائسنس حاصل کر کے نکالے جائیں گے۔ اس حکم سے مستثنیٰ ہوں گے۔

نئی دہلی ۲۸ر اگست۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے آج لوک سبھا میں سنت فتح سنگھ کے ساتھ اپنی بات چیت کے متعلق ایک بیان میں کہا کہ پنجاب کی تقسیم ہندوؤں اور سکھوں دونوں کے لئے مضر رساں ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ماسٹر تارا سنگھ سے اپیل کی کہ وہ اپنا مرن برت ترک کر دیں۔ آج ان کے برت کا چودھواں دن تھا۔ شری نہرو کا یہ بیان سات صفحات پر مشتمل ہے۔ اور راجیہ سبھا میں ہوم منسٹر شری لال بہادر شاستری نے یہ بیان پیش کیا۔ شری نہرو نے اپنی یہ پیشکش دہرائی کہ ہائی کورٹ کا جج ... بارے میں تحقیقات کرانے کو تیار ہیں۔ اور اگر ضروری ہو تو وہ اس الزام کی تحقیقات کرانے کو بھی تیار ہیں کہ سکھوں کے خلاف امتیازی سلوک ہو رہا ہے۔ شری نہرو نے کہا میں پنجابی صوبہ کی تجویز سے متفق نہیں ہوں کیونکہ مجھے یہ مطالبہ اصولی طور پر اور عملی طور پر دونوں لحاظ سے نقصان دہ نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس قسم کا مطالبہ جو برت کے ذریعہ ہونے والے جبر پر مبنی ہو ایک ناپسندیدہ اور ضرر رساں طریق کار ہے جو عام جمہوری نظریات اور پارلیمنٹری طریق کار کے خلاف ہے۔ اس قسم کے طریق کار سے ملک میں جمہوری طریقے اور روایات کمزور ہو جائیں گی۔ اور اس سے بہت سی کشمکش اور مشکل مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ شری نہرو نے کہا کہ پنجابی صوبہ کا مطالبہ بنیادی طور پر فرقہ وارانہ ہے۔ خواہ اس کا آدھار بھاشا کو بنایا جا رہا ہے۔ اور اس مرحلہ پر پنجاب کی کسی قسم کی تقسیم پنجاب کے تمام لوگوں ہندوؤں اور سکھوں کے لئے ضرر رساں ہے۔ اور پنجاب کہ جو اس وقت بھارت بھر میں سب سے زیادہ خوشحال صوبہ ہے۔ اور جہاں فی کس آمدنی تمام صوبوں سے زیادہ ہے ترقی میں زبردست رکاوٹ پڑ جائے گی۔ (پرتاپ جالندھر ۲۹/۸)

دلی ۲۷ر اگست۔ یہاں پر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان مغربی سرحد والی کے تنازعوں کو طے کرنے کے سلسلہ میں افسران کی جو کانفرنس ہو رہی تھی۔ وہ آج ختم ہو گئی۔ کانفرنس کے خاتمہ پر جو مشترکہ بیان جاری کیا گیا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ کانفرنس میں قاعدوں کے بارے میں دونوں ملکوں کے درمیان مکمل سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ پاکستان کے وفد کے لیڈر مسٹر الیس کے دہلوی نے آج ایک پریس کانفرنس میں اس سمجھوتہ پر اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا کہ اس سمجھوتہ کے نتیجہ میں سرحد پر جھگڑے ہونے کے امکانات کم ہو جائیں گے اگر کہیں کوئی جھڑپ ہو گئی تو دونوں طرف کے افسران قاعدے کے مطابق مل بیٹھ کر اس کو طے کریں گے ان قاعدوں کے مطابق سمگلنگ کی روک تھام مویشیوں کو پکڑنے وغیرہ کے معاملات میں امداد لے لی۔ انہوں نے کہا کہ سرحد پر چوکیوں کو سرحد سے ڈیڑھ ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر ہٹا لیا جائے گا۔

بریلی ۲۶ر اگست۔ بریلی ضلع کے نواب گنج تحصیل کے علاقہ کے پچاس دیہات کو اس وقت سیلاب سے شدید خطرہ ہے۔ ان دیہات کی آبادی ۷ ہزار ہے ایک لاکھ سے زائد ایکڑ کا رقبہ زیر آب ہے کثیر جانی اور مالی نقصان ہوا ہے۔ اس وقت ضلع بریلی کے تمام دریاؤں میں زوردار سیلاب آیا ہوا ہے۔

نئی دہلی۔ ۲۶ر اگست۔ ناگالینڈ کی عبوری کونسل کے صدر مسٹر ایمکونگ ... کی موت پر لوک سبھا میں اظہار افسوس کرتے ہوئے وزیراعظم نہرو نے کہا کہ یہ امر افسوسناک ہے کہ ہمارے درمیان سے ایک ایسا شخص اٹھ گیا ہے جس نے ناگالینڈ میں امن قائم کرنے کے لئے نمایاں کام کیا تھا جس باغی ناگا نے انہیں ہلاک کیا ہے اس کی اس حرکت کو کمینہ پن ہی کہا جا سکتا ہے

رنگون ۲۶ر اگست آج برما کی پارلیمنٹ نے دستور میں ترمیم منظور کر لی اس کے تحت بودھ مذہب کو برما کا سرکاری مذہب قرار دے دیا گیا ہے۔

نئی دہلی۔ ۲۶ر اگست۔ مرکزی وزیر برقاب حافظ محمد ابراہیم نے کل لوک سبھا میں اتر پردیش کے حالیہ سیلاب کے بارے میں بیان دیتے ہوئے بتایا کہ آمدہ اطلاعات کے مطابق ساری ندیوں میں سیلاب آ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ۱۲۹ افراد ہلاک اور ۸۸۵۵ گاؤں متاثر ہوئے۔ نیز ۱۷ لاکھ ایکڑ زمین میں اُگی ہوئی فصل کو نقصان پہنچا۔ سیلاب کا پانی گاؤں میں پھیل جانے کی وجہ سے ۱۲ ہزار گھر گر گئے۔ اعظم گڑھ بستی آگرہ۔ علیگڑھ۔ بہرائچ۔ بارہ بنکی۔ گورکھپور۔ میرٹھ اور بلند شہر وغیرہ کی حالت کافی خراب ہے۔ سیلاب زدہ علاقوں کے لئے حکومت نے ۲۲ لاکھ روپے تقاوی کے طور پر دینے کے لئے تقسیم کئے ہیں جبکہ چھ لاکھ ۳ ہزار روپے بطور ریلیف دیئے جا رہے ہیں۔

کویت ۲۵ر اگست۔ کویت کی چھوٹی سی مملکت جو اب سے دس برس پہلے چند کچے اور بوسیدہ مکانوں کا ایک مجموعہ تھی اب بہشت کا نمونہ بن چکی ہے۔ اس کے سامنے کئی مسائل ہیں جن پر اس کے مستقبل کا انحصار ہے۔ اس کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایسی آمدنی کو کہاں خرچ کرے جو بیس کروڑ پونڈ سالانہ سے زیادہ ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ دنیائے عرب میں اپنے لئے ایک جگہ پیدا کرے۔ اب جبکہ اہل کویت آزاد ہو چکے ہیں تو انہوں نے اپنے مستقبل کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا شروع کر دیا ہے حال ہی میں جو تنازعہ رونما ہوا تھا۔ اس نے نہ صرف کویت کو عرب لیگ کا ممبر بنا دیا۔ بلکہ وہ اپنی فکر و نظر میں وسعت پیدا کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ مبصروں کی رائے یہ ہے کہ کویت کے شیخ پہلے طرح اپنی بیش قیمت کاروں میں سوار ہو کر اس جنت ارضی میں اطمینان کے ساتھ سیر سپاٹے نہیں کر سکیں گے۔ ہو سکتا ہے عراق کویت کے موجودہ جھگڑے کا کوئی حل دستیاب ہو جائے۔ مگر اس کی دولت کا مسئلہ ہمیشہ حل طلب رہے گا۔ (الجمعیۃ دہلی ۲۸/۸)

پیرس ۲۶ر اگست۔ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ مہینے کے دوران ایک منصوبہ حکومت فرانس کے زیر غور آئے گا۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ رودبار انگلستان کے اوپر ۲۳ میل لمبا ایک پل باندھا جائے جو پل چھ سالوں میں بن کر تیار ہوگا۔ اور اس پر اکیس کروڑ پونڈ کی رقم خرچ آئے گی۔ یہ پل ۱۶۴ فولادی کھمبوں کے اوپر قائم ہوگا۔ اور ۳۵ گز چوڑا ہوگا۔ اس پر دو ریلوے لائنیں ہوں گی اور کاروں کی پانچ پٹڑیاں تیار کی جائیں۔ دو پٹڑیاں دو پہیوں کی گاڑیوں کے لئے ہوں گی۔ اس پر خاص قسم کے ہوائی نصب کئے جائیں گے۔ جو طوفانی ہوا کی رفتار میں ۷۵ فی صدی کمی کر دیں گے۔ دھند میں استعمال ہونے والی روشنیوں سے کام لیا جائے گا۔ اور یہ پل آمد و رفت کے لئے ہر موسم میں استعمال ہو سکے گا۔

ماہرین کا خیال ہے کہ اس پر سرنگ سے زیادہ خرچ اٹھے گا۔ مگر اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ سرنگ کی نسبت پل پر آمد و رفت کی سہولتیں بہت زیادہ ہوں گی۔ اس پل پر سے ایک گھنٹہ میں چھ ہزار کاریں گزر سکیں گی اور ہر طرف کا محصول ۷ پونڈ ہوگا۔

ملتان ۲۴ر اگست۔ سابق احرار لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری طویل علالت کے بعد کل شام ساڑھے نو بجے یہاں وفات پا گئے۔ ان کی عمر ۷۰ سال تھی۔ گذشتہ پانچ ماہ سے شدید بیمار تھے۔ تقریباً چار سال پیشتر ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ لمبے عرصہ تک نشتر ہسپتال ملتان میں اور پھر لاہور میں زیر علاج رہے۔ دوران میں یرقان اور تپ محرقہ کا بھی حملہ ہوا۔